

الحاد الکاف فی حکم الضعاف

م ۱۳۱۵ھ

تصنیف لطیف:

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

ضعیف حدیثوں کے حکم میں کافی ہدایت

الہاد الکاف فی حکم الضعاف

ضعیف حدیثوں کے حکم میں کافی ہدایت

جن باتوں کا ثبوت حدیث سے

پایا جائے وہ سب ایک پلہ کی نہیں ہوتیں بعض تو اس اعلیٰ درجہ قوت پر ہوتی ہیں کہ جب تک حدیث مشہور و متواتر نہ ہو اس کا ثبوت نہیں دے سکتے احاد اگرچہ کیسے ہی قوت سند و نہایت صحت پر ہوں ان کے معاملہ میں کلام نہیں دیتیں۔ (عقائد میں حدیث احاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں) یہ اہول عقائد اسلامیہ ہیں جن میں خاص یقین درکار، عسکامہ تفاراقی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں،

حدیث احاد اگرچہ تمام شرائط صحت کی جامع ہو
ظن ہی کا فائدہ دیتی ہے اور معاملہ اعتقاد میں ظنیات
کا کچھ اعتبار نہیں۔

خبر الواحد علی تقدیر اشتغالہ علی جمیع
الشرائط المذكورة فی اصول الفقہ لا یضید
الا لظن ولا عیلة بالظن فی باب الاعتقاد.

مولانا علی قاری منع الروض الازہر میں فرماتے ہیں، الاحاد لا تفید الاعتقاد فی الاعتقاد (احادیث
احاد و بارۃ اعتقاد ناقابل اعتماد)۔

(دربارۃ احکام ضعیف کافی نہیں) دوسرا درجہ احکام کا ہے کہ اُن کے لیے اگرچہ اتنی قوت و کار نہیں پھر بھی حدیث
کا صحیح لذاتہ خواہ لغیرہ یا حسن لذاتہ یا کم سے کم لغیرہ ہونا چاہیے، جمہور علماء یہاں ضعیف حدیث نہیں سنتے۔

(فضائل مناقب میں باتفاق علماء حدیث ضعیف مقبول و کافی ہے) تیسرا مرتبہ فضائل و مناقب کا ہے
یہاں باتفاق علماء ضعیف حدیث بھی کافی ہے، مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا اتنا
ثواب پائے گا یا کسی نبی یا صحابی کی خوبی بیان ہوئی کہ اُنھیں اللہ عز و جل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا، تو ان کے
مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے، ایسی جگہ صحت حدیث میں کلام کر کے اسے پایہ قبول سے ساقط کرنا فرق مرآ
نہ جاننے سے ناشی، جیسے بعض جاہل بول اُٹھتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں
یہ اُن کی نادانی ہے علمائے محدثین اپنی اصطلاح پر کلام فرماتے ہیں، یہ بے سمجھے خدا جانے کہاں سے کہاں لے جاتے
ہیں، عزیز و مسلم کہ صحت نہیں پھر حسن کیا کم ہے، حسن بھی نہ سہی یہاں ضعیف بھی مستحکم ہے، رسالہ قاری و مرقاۃ و
شرح ابن حجر مکی و تعقیبات و لاٰی امام سیوطی و قول مسند امام عسقلانی کی پانچ عباراتیں افادۂ دوم و سوم و چہارم و دہم میں
گزریں، عبارت تعقیبات میں تصریح تھی کہ نہ صرف ضعیف محض بلکہ منکر بھی فضائل اعمال میں مقبول ہے، ہاں اُنکے اُس میں
ضعف راوی کے ساتھ اپنے سے اوٹ کی مخالفت بھی ہوتی ہے کہ تنہا ضعف سے کیسے بدتر ہے، امام اجل شیخ العلماء
والعرفاء سیدی ابوطالب محمد بن علی کی قدس اللہ سرہ الملکی کتاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب فی معامۃ المحبوب

علہ ۱۵۱ دلا عبرۃ بمن شذ ۱۲ من (یعنی کسی شاذ شخص کا اعتبار نہیں رہت)

علہ الاجماع المذكور فی الضعیف المطلق کما نحن فیہ ۱۲ من

علہ مسند امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق و تنقیح فقیر کے رسالہ البشری العاجلۃ من تحف اجلۃ و رسالہ الاحادیث
الراویۃ لمسند الامیر معاویۃ و رسالہ عرش الاعزاز و الاکرام لاؤل ملوک الاسلام و رسالہ ذب الہواء الواہیۃ فی
باب الامیر معاویۃ وغیرہ میں ہے و فقنا اللہ تعالیٰ بمنہ و کرمہ لتوصیفہا و تبیینہا و نفعہا و بسائر تصانیفی امۃ
الاسلام بقہما و تفہیمہا امین باعظم القدرۃ و اسمر الرحمة امین صلی اللہ تعالیٰ و بارک وسلم علی سیدنا محمد و آلہ
و صحبہ و سلم ۱۲ مندرضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

علہ فی فصل الحادی و الثلاثین ۱۲ من

لہ منع الروض الازہر شرح فقہ اکبر الانبیاء منزہون عن الکبار و الصغائر مصطفیٰ البابی مصر ص ۵۷

میں فرماتے ہیں :

الاحادیث فی فضائل الاعمال وتفضیل اصحاب
متقبلة محتملة علی کل حال متقاطعیہا و مراسیلہا
لا تعارض ولا ترد ، کذلک کان السلف
یفعلون ^۱۔

فضائل اعمال و تفضیل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی
حدیثیں کسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول و مانع نہیں مقلوع
ہوں خواہ مرسل نہ ان کی مخالفت کی جائے نہ انھیں
رد کریں ، اللہ سلف کا یہی طریقہ تھا ۔

امام ابو زکریا نووی اربعین پھر امام ابن حجر کی شرح مشکوٰۃ پھر مولانا علی قاری مرقاة و حرز ثمین شرح حصین
میں فرماتے ہیں :

قد اتفق الحفاظ و لفظ الاربعین قد اتفق العلماء
علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل
الاعمال و لفظ الحرز بجواز العمل بہ فی فضائل
الاعمال بالاتفاق ^۲۔

یعنی بیشک حفاظ حدیث و علمائے دین کا اتفاق ہے کہ
فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے ۔
(مختصاً)

فتح البین بشرح الاربعین میں ہے :

لا نہ ان کان صحیحاً فی نفس الامر فقد اعطی
حقہ من العمل بہ ، والا لہی ترتب علی العمل
بہ مفسدة تحلیل ولا تحریم ولا ضیاع حق
للغیر و فی حدیث ضعیف من بلغہ عنی ثواب عمل
فعلہ حصل لہ اجرہ وان لہ اکن قلتہ او کما

یعنی حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں عمل اس لیے ٹھیک
ہے کہ اگر واقع میں صحیح ہوئی جب تو جو اس کا حق تھا کہ اس
پر عمل کیا جائے حق ادا ہو گیا اور اگر صحیح نہ بھی ہو تو اس پر
عمل کرنے میں کسی تحلیل یا تحریم یا کسی کی حق تلفی کا مفسدہ تو
نہیں اور ایک حدیث ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس

علہ تحت حدیث من حفظ علی امتی اربعین حدیثاً قال النووی طرقہ کلہا ضعیفہ ۱۲ منہ (م)
علہ فی شرح الخطبۃ تحت قول المصنف رحمہ اللہ تعالیٰ اتی اسرجوان یکون جمیع ما فیہ صحیحاً ۱۲ منہ (م)
علہ فی شرح الخطبۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

۱۷۸/۱	مطبوعہ دار صادر مصر	فصل الحادی والعشرون	سہ قوت القلوب فی ممالہ المحبوب
ص ۴	مصطفیٰ البابا بی مصر	خطبۃ الکتاب	سہ شرح اربعین للنووی
ص ۲۳	لوکسٹور لکھنؤ	شرح خطبۃ کتاب	سہ حرز ثمین شرح مع حصین

قال واشار المصنف رحمه الله تعالى بحكاية
الاجماع على ما ذكره الى الرد على من سارع
فيه الخ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جسے مجھ سے کسی عمل پر
ثواب کی خبر پہنچی وہ اس پر عمل کرے اُس کا اجر اُسے حاصل
ہو اگرچہ وہ بات واقع میں میں نے نہ فرمائی ہو۔ لفظ حدیث
کے یونہی ہیں یا جس طرح حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائے، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر نقل اجماع
علمائے ائمہ سے اشارہ فرمایا جو اس میں نزاع کرے اُس کا قول مردود ہے الخ
مقاصد حسنة میں ہے،

قد قال ابن عبد البر انهم يتساهلون في
الحديث اذا كان من فضائل الاعمال الخ
بے شک ابو عمر ابن عبد البر نے کہا کہ علماء حدیث میں تساہل
فرماتے ہیں جب فضائل اعمال کے بارہ میں ہو۔
امام متقی علی الاطلاق فتح القدير میں فرماتے ہیں،
الضعيف غير الموضوع يعمل به في فضائل
الاعمال الخ
یعنی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے گا
بس اتنا چاہئے کہ موضوع نہ ہو۔

مقدمہ امام ابو عمرو ابن الصلاح و مقدمہ جرجانیہ و شرح
الالفیۃ للمصنف و تقریب النواوی اور اس کی شرح
تدریب الراوی میں ہے،

واللفظ لهما يجوز عند اهل الحديث وغيرهم
التساهل في الاسانيد الضعيفة ورواية ما سوى
الموضوع من الضعيف والعمل به من غير بيان
ضعفه في فضائل الاعمال وغيرهما مما لا تعلق له
بالعقائد والاحكام ومن نقل عنه ذلك ابن حنبل
وابن مهيدي وابن المبارك قالوا اذرونا
محدثین وغیر ہم علما کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور
بے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم حدیث کی روایت
اور اُس پر عمل فضائل اعمال وغیرہ امور میں جائز ہے
جنہیں عقائد و احکام سے تعلق نہیں، امام احمد بن حنبل
وامام عبد الرحمن بن مہدی و امام عبد اللہ بن مبارک
وغیر ہم ائمہ سے اس کی تصریح منقول ہو فرماتے جب

عنه ذكره في مسألة تعديه الا و مع ١٢ من (م) صاحب درع و تقری کی تعلیم میں اس کا بیان ہے ١٢ من (ت)

فتح المبين شرح الاربعين

ص ۴۰۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت زیر حدیث من یلغنه عن الله الخ

۳۰۳/۱ نورید رضویہ سکر باب الامامة فتح القدير

فی الحلال والحرام شد دنا و اذا س وینا فی الفضائل
و نحوہا تساہلنا اھ ملخصا۔
ہم حلال و حرام میں حدیث روایت کریں سختی کرتے ہیں اور
جب فضائل میں روایت کریں تو نرمی اھ ملخصا۔

امام زین الدین عراقی نے اقیۃ الحدیث میں جہاں اس مسئلہ کی نسبت فرمایا عن ابن مہدی وغیرہ واحد
(یعنی امام ابن مہدی وغیرہ ائمہ سے ایسا ہی منقول ہے) وہاں شارح نے فتح المغیث میں امام احمد و امام ابی یوسف
و امام ابی المبارک و امام سفین ثوری و امام ابن عیینہ و امام ابو ذریا عنہری و حاکم و ابن عبد البر کے اسماء و اقوال
نقل کیے اور فرمایا کہ ابن عدی نے کامل اور خطیب نے کفایہ میں اس کے لیے ایک مستقل باب وضع کیا۔ غرض مسئلہ
مشہور ہے اور نصوص نامحسور اور بعض دیگر عبارات جلیلہ افادات آئندہ میں مسطور ان شاء اللہ العزیز الغفور۔
تذریع کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہل حق سے موافق ہیں، مولوی خرم علی رسالہ دعائیہ میں لکھتے ہیں،
ضعاف و در فضائل اعمال و فیما نحن فیہ باتفاق علما معول
بہا است الخ
فصائل اعمال میں اور جس میں ہم گفتگو کر رہے ہیں اس
میں باتفاق علما ضعیف حدیثوں پر عمل درست ہے الخ

مظاہر حق میں راوی حدیث صلاۃ آقاہین کا منکر الحدیث ہونا امام بخاری سے نقل کر کے لکھا، اس حدیث کو
اگرچہ ترمذی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے لیکن فضائل میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے الخ
اسی میں حدیث فضیلت شب برات کی تضعیف امام بخاری سے نقل کر کے کہا، یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے
لیکن عمل کرنا حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں باتفاق جائز ہے الخ

افادۃ المفہم فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے حدیث ضعیف ثبوت
استجاب کے لیے بس ہے۔ امام شیخ الاسلام ابو ذریا عنہ یا نفعنا اللہ تعالیٰ ببرکاتہ کتاب الاذکار المنعجب من کلام الشیخ
علیہ فعل ہذا العبارات الثلاثۃ محقق اعصارنا
و زینۃ امصارنا تاج الفحول محب الوسیل مولانا
المولوی عبد القادر ابدا یوفی اداہم اللہ تعالیٰ فیوضہ
فی کتابہ سیف الاسلام السلول علی المناع بعلم المولد
والقیام ۱۲ منہ (م)
ملک کی زینت تاج الفحول محب الرسول مولانا مولوی
عبد القادر بدایونی اداہم اللہ فیوضہ نے اپنی کتاب "سیف
الاسلام السلول علی المناع بعلم المولد والقیام" میں ذکر
کی ہیں ۱۲ منہ (ت)

عجلہ اول کتاب ثالث فصول المقدمۃ ۱۲ منہ (م) یہ کتاب کے شروع میں مقدمہ کی تیسری فصل میں ہے ۱۲ منہ (ت)

لہ تدبیر الراوی قبیل نوع الثالث والعشرون مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ لاہور ۲۹۸/۱

لہ رسالہ دعائیہ مولوی خرم علی

لہ مظاہر حق باب المسنن و فضائلہا مطبوعہ دارالاشاعت کراچی ۷۶۶/۱

لہ مظاہر حق اردو ترجمہ مشکوٰۃ شریف باب قیام شہر رمضان مطبوعہ دارالاشاعت کراچی ۸۴۳/۱

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں ،

قال العلماء من المحدثین والفقهاء وغيرهم
يجوز ويستحب العمل في الفضائل والتغيب
والترهيب بالحديث الضعيف ما لم يكن
موضوعاً۔
محدثین و فقہاء وغیرہم علمائے فرمایا کہ فضائل اور نیک
بات کی ترغیب اور بُری بات سے خوف دلانے میں
حدیث ضعیف پر عمل جائز و مستحب ہے جبکہ موضوع
نہ ہو۔

بعینہا یہی الفاظ امام ابن الہائم نے العقد النضید فی تحقیق کلمۃ التوحید پھر عارف باللہ سیدی عبد الغنی
نابلسی نے حلیۃ تدبیر شرح طریقہ محمدیہ میں نقل فرمائی ، امام فقیہ النفس محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں ،
الاستحباب ثبت بالضعیف غیر الموضوع (حدیث ضعیف سے کہ موضوع نہ ہو فعل کا مستحب ہونا ثابت
ہو جاتا ہے) علامہ ابراہیم علی غنیۃ المستمل فی شرح غنیۃ المصلیٰ میں فرماتے ہیں ،

يستحب ان يمسح بدنه بعد غسله ،
لما روت عائشة رضي الله تعالى عنها قالت كان
للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم خروقة
يتنشف بها بعد الوضوء رواه الترمذي
وهو ضعيف ولكن يجوز العمل بالضعيف في
الفضائل۔
(نہا کر رومال سے بدن پونچھنا مستحب جیسا کہ ترمذی نے
ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ
حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو کے بعد
رومال سے اعضاء مبارک صاف فرماتے ۔ ترمذی نے
روایت کیا یہ حدیث ضعیف ہے مگر فضائل میں
ضعیف پر عمل روا ۔

مولانا علی قاری موضوعات کبیر میں حدیث مسیح گردن کا ضعف بیان کر کے فرماتے ہیں ،
الضعيف يعمل به في الفضائل الاعمال اتفاقاً
فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل

عَلَيْهِ اواخر الفصل الثاني من باب الاول ۱۲ من (د)
عَلَيْهِ قبيل فصل في حمل الجنابة ۱۲ من (د)
عَلَيْهِ في سنن الغسل ۱۲ من (د)
باب اول کی فصل ثانی کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ من (د)
فصل فی حمل الجنابة سے تھوڑا پہلے اس کو بیان کیا ہے ۱۲ من (د)
سنن غسل میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ من (د)

۱۔ کتاب ان ذکا المفتب من کلام سیدالابرار علیہ السلام فصل قال العلماء من المحدثین مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت ص ۷
۲۔ فتح القدیر فصل فی الصلاة علی الميت مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۹۵/۲
۳۔ غنیۃ المستمل فی شرح منبئة المصلی سنن الفضل سہیل اکبری لاہور ص ۵۲

ولذا قال الامتنان مسح الرقبة مستحب او
سنة۔
کیا جاتا ہے اسی لیے ہمارے ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو میں
گردن کا مسح مستحب یا سنت ہے۔

امام حلیل جلال سیرطی رحمۃ اللہ علیہ الشریا باظہار ما کان خفیاً میں فرماتے ہیں :

استحبه ابن الصلاح و تبعه النووی نظر الی
ان الحدیث الضعیف یتسامح به فی فضائل
الاعمال رحمۃ اللہ علیہ
تلقین کو امام ابن الصلاح پھر امام نووی نے اس نظر سے
مستحب مانا کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کے
ساتھ نرمی کی جاتی ہے۔

علامہ محقق جلال دوانی رحمہ اللہ تعالیٰ انور فی العلوم میں فرماتے ہیں :

الذی یصلح للتعویل علیہ ان یقال اذا وجد
حدیث فی فضیلة عمل من الاعمال لا یحتمل
الحرمة و الکراهیة یجوز العمل به و لستحب
لانه ما من الخضر و مرجوا النفع رحمۃ اللہ علیہ
اعتماد کے قابل یہ بات ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت
میں کوئی حدیث پائی جائے اور وہ حرمت و کراہت
کے قابل نہ ہو تو اس حدیث پر عمل جائز و مستحب ہے
کہ اندیشہ سے امان ہے اور نفع کی امید۔

اندیشہ سے امان یوں کہ حرمت و کراہت کا محل نہیں اور نفع کی امید یوں کہ فضیلت میں حدیث مروی اگرچہ ضعیف
ہی تھی۔

اقول وبالله التوفیق بلکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کے معنی ہی یہ ہیں کہ استحباب مانا جائے

عہ نقلہ بعض العصریین و هو فیما نری ثمة فی النقل ۱۷ منہ (م)

عہ نقلہ العلامة شہاب الخفاجی فی نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فی شرح الدیبا جۃ
حدیث روی المصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ بسندہ الی ابی داود حدیث من سئل عن علم فکتمہ الحدیث و
للمحقق ہمنا کلام طویل نقلہ الشارح ملخصاً و نازعہ بما هو منازع فیہ و الوجه مع المحقق فی
عامۃ ما ذکرنا و لا تخشیۃ الاطلا لہ لایتنا بکلاهما مع مالہ و علیہ و لکن سنشیروا ان شاء اللہ تعالیٰ
فی احرف لیسیر یظهر بہا الصواب بعون الملک الوہاب ۱۲ مترضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

۶۳ ص	مطبوعہ مجتبیٰ فی دہلی	حدیث مسح الرقبة	۱۷ منہ
۱۹۱/۲	دار الفکر بیروت	الحاوی للفتاویٰ خفیا	عہ
۳۳/۱	مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان	نسیم الریاض شرح شفاء	عہ

ورنہ نفس جواز تو اصالت اباحت و انعدام نہی شرعی سے آپ ہی ثابت، اُس میں حدیث ضعیف کا کیا دخل ہوا، تو لاجرم ورود حدیث کے سبب جانب فعل کو ترجیح مانے کہ حدیث کی طرف اسناد و متحقق اور اُس پر عمل ہونا صادق ہو اور یہی معنی استحباب ہے، آخر نہ دیکھا کہ علامہ حلبی و علامہ قاری نے اسے عمل و جواز عمل کو دلیل و مثبت استحباب قرار دیا اور امام محمد رحمہ اللہ ابن امیر الحاج نے مقام اباحت میں اُس سے تمسک کو درجہ ترقی و اولویت میں رکھا کہ جب اُس پر عمل ہونا ہے تو ثبوت اباحت تو بدرجہ اولیٰ اس سے کھل گیا کہ اُس پر عمل کے معنی نفس اباحت سے ایک زائد و بالاتر چیز ہے اور وہ نہیں مگر استحباب و هذا ظاہر لیس دونہ حجاب (اور یہ ظاہر ہے اس میں کوئی خفا نہیں۔ ت) حلیہ شرح بیہ میں فرماتے ہیں،

الجمهور على العمل بالحديث الضعيف الذي ليس بموضوع في فضائل الاعمال فهو في ابقاء الاباحة التي لم يتم دليل على انتفاؤها كما فيما نحن فيه اجدد^۱
 جمهور علماء کا مسلک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف غیر موضوع پر عمل کرنا ہے تو ایسی حدیث اُس اباحت فعل کے باقی رکھنے کی تو زیادہ سزاوار ہے جس کی نفی پر دلیل تمام نہ رہتی جیسا کہ ہمارے اس مسئلہ میں ہے۔
 امام ابو طالب مکی قوت القلوب^۲ میں فرماتے ہیں،

الحديث اذا لم ينافه كتاب او سنة وان لم يشهد له ان لم يخرج تاويله عن اجماع الامة، فانه يوجب القبول والعمل لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم كيف و قد قيل^۳
 حدیث جبکہ قرآن عظیم یا کسی حدیث ثابت کے منافی نہ ہو اگرچہ کتاب و سنت میں اس کی کوئی شہادت بھی نہ ملے، تو بشرطیکہ اُس کے معنی مخالفت اجماع نہ پڑتے ہوں اپنے قبول اور اپنے اوپر عمل کو واجب کرتی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیونکر نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا۔

یعنی جب ایک راوی جس کا کذب یقینی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک بات کی خبر دیتا ہے اور اُس

عہ سنن الفصل مسئلة المنديل ۱۲ منہ (م)
 عہ فی الفصل الحادی والثلاثين ۱۲ منہ (م)
 سنن غسل میں رومال کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے (ت)
 اکتیسویں فصل میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

لہ علیہ الحل شرح نية المصلي

لہ قوت القلوب الفصل الحادی والثلاثون باب تفضيل الاخبار مطبعة الميمنية مصر ۱/۱۷۷

اور میں کتاب و سنت و اجماع امت کی کچھ مخالفت نہیں تو نہ ماننے کی وجہ کیا ہے،

اقول اما قوله قدس سرہ یوجب

اقول امام ابو طالب مکی قدس سرہ کے قول

”یوجب القبول“ سے تاکید مراد ہے جیسا کہ تو اپنے قرض خواہ سے لکھے کہ تیرا حق مجھ پر واجب ہے۔ درمختار میں ہے کہ یہ مسلمانوں کا تعامل ہے پس ان کی اتباع واجب ہے (وجوب بمعنی ثبوت ہے) یا اس میں اس مسلک کی طرف اشارہ ہے جو مجاہدہ کرنے والے سادات ائمہ و صوفیہ (اللہ تعالیٰ ان کے پاکیزہ اسرار کو ہمارے لیے مبارک کرے) کا ہے کہ وہ مستحبات کی بھی اس طرح پابندی کرتے ہیں جیسا کہ واجبات کی اور مکروہات سے بلکہ بہت سے مباحات سے اس طرح بچتے ہیں کہ گویا وہ محرمات ہیں یا زین (ابو طالب مکی) کا مذہب ہے کیونکہ ہم آپ قدس سرہ کو مجتہدین میں شمار کرتے ہیں ان میں ہونا آپ کا حق ہے جیسا کہ ان تمام بزرگوں کا مقام اور شان ہے جو شریعت عظیمہ کی حقیقت کو پانے والے ہیں اگرچہ وہ ظاہر اپنا انتساب کسی امام فتویٰ کی طرف کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں عارف باللہ

فکا نہ یرید التاكد كما تقول لبعض اصحابك حقه واجب على فقال في الدر المختار لا انت المسلمين توارثوه فوجب اتباعهم او ان ملحقه الي ما عليه السادات المجاهدون من الائمة والصوفية قدسنا الله تعالى باسرارهم الصفية من شدة تعاھدھم للمستحبات كانھا من الواجبات وتوقيھم عن المكروھات بل و كثير من الباحات كانھن من المحرمات اوان هذا هو المذهب عنده فانه قدس سرھا فيما نرى من المجتھدين وحق له ان يكون منهم كما هو شان جميع الواصلين الي عين الشريعة الكبرى وان انتسبوا ظاهرا الي احد من ائمة الفتوى صحا بينہ العارف باللہ سيدى عبد الوھاب شعرائى في الميزان والله تعالى اعلم بمبدأ اهل العرفان۔

سیدى عبد الوھاب شعرائى نے میزان میں تفصیل گفتگو کی ہے اور اللہ تعالیٰ اہل معرفت کی مراد کو زیادہ بہتر بہتر جانتا ہے۔ (ت)

علہ آخرباب العیدین ۱۲ من رضى الله تعالى عنہ (م) باب العیدین کے آخر میں اس کا ذکر ہے (ت)

علہ فی فصل فان قال قائل فهل يجب عندكم على المقلد الغزوى فصل ان قال قائل كيف الوصول الى الاطلاع

على عين الشريعة المطهرة الخ وفى غيرهما ۱۲ من رضى الله تعالى عنہ (م)

۱۱۴/۱

مطبوعہ محبت سبائی دہلی

باب العیدین

مے درمختار

۲۲/۱

مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر

فصل ان قال قائل كيف الوصول الخ

سے المیزان الکبریٰ

فرماتے ہیں :

ما جاءكم عنى من خير قلته اولم اقله فافى ا قوله
وما جاءكم عنى من شرفافى لا اقول الشر

تھیں جس بھلائی کی مجھ سے خبر پہنچے خواہ وہ میں نے فرمائی
ہو یا نہ فرمائی ہو میں اسے فرماتا ہوں اور جس بُری بات
کی خبر پہنچے تو میں بُری بات نہیں فرماتا۔

ابن ماجہ کے لفظ یہ ہیں :

ما قيل من قول حسن فانا قلته۔

جو نیک بات میری طرف سے پہنچائی جائے وہ میں نے
فرمائی ہے۔

عقیلی کی روایت یوں ہے :

خذوا به حدثت به اولم احدثت به۔

اُس پر عمل کرو چاہے وہ میں نے سنر مائی ہو
یا نہیں۔

وفى ابواب عن ثوبان مولى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وعن ابن عباس رضى الله
تعالى عنهم (اس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان اور حضرت
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت ہے۔ ت)
علمی اپنے فرائد میں حمزہ بن عبد الحمید رحمہ اللہ تعالیٰ سے راوی :

سأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
فى التومفى الحجر فقلت باى انت واقف
يا رسول الله انه قد بلغنا عنك انك قلت من
سمع حديثا فيه ثواب فعمل بذلك الحديث
مرجاء ذلك الثواب اعطاه الله ذلك الثواب
وان كانت الحديث باطلا فقال
اى ورب هذه البلدة انه لعمى و

میں نے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
خواب میں حطیم کعبہ معظمہ میں دیکھا عرض کی یا رسول اللہ
میرے ماں باپ حضور پر قربان ہیں حضور سے حدیث
پہنچی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص کوئی
حدیث ایسی سنے جس میں کسی ثواب کا ذکر ہو وہ اُس
حدیث پر بامید ثواب عمل کرے اللہ عز وجل اسے
وہ ثواب عطا فرمائے گا اگرچہ حدیث باطل ہو۔ حضور اقدس

انا قلتہ علیہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم اس شہر کے رب
کی بے شک یہ حدیث مجھ سے ہے اور میں نے منہ مانی ہے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
ابو یعلیٰ اور طبرانی معجم اوسط میں سیدنا ابی حمزہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من بلغہ عن اللہ تعالیٰ فضیلة فلم یصدق
بہا لم یثقلہا
جسے اللہ تعالیٰ سے کسی فضیلت کی خبر پہنچے وہ اسے نہ مانے
اُس فضل سے محروم رہے۔

ابو اسیر ابن عبد البر نے حدیث مذکور روایت کر کے فرمایا،

اہل الحدیث بیجماعتہم یتساہلون فی الفضائل
فیروونہا عن کل وانما یتشددون فی احادیث
الاحکام
تمام علمائے محدثین احادیث فضائل میں نرمی فرماتے
ہیں انھیں ہر شخص سے روایت کر لیتے ہیں، ہاں
احادیث احکام میں سختی کرتے ہیں۔

ان احادیث سے صاف ظاہر ہوا کہ جسے اس قسم کی خبر پہنچی کہ جو ایسا کرے گا یہ فائدہ پائے گا اُسے چاہیے
نیک نیکی سے اس پر عمل کر لے اور تحقیق صحت حدیث و نقاط سند کے پیچھے نہ پڑے وہ ان شاء اللہ اپنے حسن نیت اس نفع
کو پہنچے ہی جائیگا اقول یعنی جب تک اُس حدیث کا بطلان ظاہر نہ ہو کہ بعد ثبوت بطلان رجاء و امید کے کوئی معنی نہیں۔
فقول الحدیث وان لم یکن ما بلغہ حقا و نحوه
انما یعنی بہ فی نفس الامر لا بعد العلم بہ و
نہ ہو یا اس کی مثل دوسرے الفاظ اُس سے مراد
هذا و اوضح جدا فتثبت ولا تزول۔ نفس الامر ہے نہ کہ بعد از حصول علم۔ اور یہ بہت ہی واضح ہے اسے یاد رکھو،
اور جو اس عطاءے فضل کی نہایت ظاہر کہ حضرت حق عز و جل اپنے بندہ کے ساتھ اُس کے گمان پر معاملہ فرماتا ہے،
حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب عز و جل و ملا سے روایت فرماتے ہیں کہ مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ
انا عند ظن عبدی بنی (میں اپنے بندہ کے ساتھ وہ کرتا ہوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے) رواہ البخاری و مسلم
و الترمذی و النسائی و ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ و العاکم و بیضاہ عن انس بن مالک (اسے بخاری، مسلم، ترمذی،

لہ فوائد للنفیس

مطبوعہ دار القبۃ للثقافت الاسلامیہ جہدہ سعودی عرب ۳/۳۸۷

۳۴۳۰ حدیث انس بن مالک

۳۴۳۰ حدیث انس بن مالک

۳۴۳۰ حدیث انس بن مالک

۳۵۴/۲

مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

۳۴۳۰ حدیث انس بن مالک

نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، اور حاکم نے حضرت انس بن مالک سے معناً اسے روایت کیا۔ ت)
 دوسری حدیث میں یہ ارشاد زائد ہے، "فلیظن فی ماشاء" (اب جیسا چاہے مجھ پر گمان کرے) (خریجہ
 الطبرانی فی الکبیر والحاکم عن واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح (اسے طبرانی نے
 معجم کبیر میں اور حاکم نے حضرت واثل بن اسقع سے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ ت)

تیسری حدیث میں یوں زیادت ہے، "ان ظن خیرا فله وان ظن شرا فله" (اگر بھلا گمان کرے گا
 تو اس کے لیے بھلائی ہے اور بُرا گمان کرے گا تو اس کے لیے بُرائی) (سواۃ الامام احمد عن ابی ہریرۃ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن علی الصحیح ونحوہ الطبرانی فی الاوسط وانونعیم فی المحلیۃ
 عن واثلۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام احمد نے سند حس سے صحیح قول پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 اور اسی کی مثل طبرانی نے اوسط اور البوعین نے علیہ میں حضرت واثل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)
 جب اُس نے اپنی صدق نیت سے اس پر عمل کیا اور رب عزوجل اسے اُس نفع کی امید رکھی تو مولیٰ تبارک و تعالیٰ
 اکرم الاکرمین ہے اُس کی امید ضائع نہ کرے گا اگرچہ حدیث واقع میں کیسی ہی ہو۔ واللہ الحمد فی الاولیٰ والاخرۃ۔

افادۃ نوزدہم (عقل بھی گواہ ہے کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف مقبول ہے) وبالله التوفیق، عقل اگر عظیم
 ہو تو ان نصوص و نقول کے علاوہ وہ خود بھی گواہ کافی ہے کہ ایسی جگہ ضعیف حدیث معتبر اور اس کا ضعف مغفکر کہ سند میں
 کتنے ہی نقصان ہوں آخر بطلان پر یقین تو نہیں فان الکذب قد یصدق (بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے) تو کیا
 معلوم کہ اس نے یہ حدیث ٹھیک ہی روایت کی ہو۔ مقدمہ امام ابو عمر علی الدین شہر زوری میں ہے،

اذا قالوا فی حدیث انه غیر صحیح فلیس ذلك
 قطعاً بانه کذب فی نفس الامر اذ قد یکون
 صدقاً فی نفس الامر وانما المراد به لویصح
 اسنادہ علی الشرط المذكور۔
 محمد بن جب کسی حدیث کو غیر صحیح بتاتے ہیں تو یہ اس کے
 فی الواقع کذب پر یقین نہیں ہوتا اس لیے کہ حدیث
 غیر صحیح کبھی واقع میں سچی ہوتی ہے اس سے تو اتنی مراد
 ہوتی ہے کہ اُس کی سند اس شرط پر نہیں جو محدثین نے
 صحت کے لیے مقرر کی۔

تقریب و تدرب میں ہے،

اذا قبل حدیث ضعیف، فمعناه لم یصح
 له المستدک علی الصحیحین للحاکم کتاب التوبۃ والاناۃ
 ۱۔ مسند الامام احمد بن حنبل مسند ابی ہریرہ
 ۲۔ مقدمہ ابن الصلاح النوع الاول فی معرفۃ الصحیح
 کسی حدیث کو ضعیف کہا جائے تو معنی یہ ہیں کہ اس کی
 مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۲۴۰/۴
 " بیروت ۳۹۱/۲
 " فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۸

اسنادہ علی الشرح المذكور کلا انہ کذب فی نفس الامر لجواز صدق الکاذب اھ ملخصاً۔
اسناد شرط مذکور پر نہیں نریہ کہ واقع میں جھوٹ ہے ممکن ہے کہ جھوٹے نے سچ بولا ہو اھ ملخصاً۔

(تصحیح و تضعیف صرف بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن کہ ضعیف صحیح ہو و بالعکس) محقق حیث اطلاق قطع میں فرماتے ہیں،

ان وصف الحسن والصحیح والضعیف انما ہو باعتبار السند ظناً اما فی الواقع فیجوز غلط الصحیح وصحة الضعیف۔
اسی میں ہے،
ان وصف الحسن والصحیح والضعیف انما ہو باعتبار السند ظناً اما فی الواقع فیجوز غلط الصحیح وصحة الضعیف۔

لیس معنی الضعیف الباطل فی نفس الامر بل مالم یثبت بالشروط المعتبرة عند اهل الحديث مع تجویز کونه صحیحاً فی نفس الامر فیموجز ان یقترن قرینة تحقق ذلك، وان الراوی الضعیف اجاد فی هذا المتن المعین فی حکم بہ۔
ضعیف کے یہ معنی نہیں کہ وہ واقع میں باطل ہے بلکہ یہ کہ جو شرطیں اہل حدیث نے اعتبار کیں ان پر نہ آئی اس کے ساتھ جائز ہے کہ واقع میں صحیح ہو، تو ممکن کہ کوئی ایسا قرینہ ملے جو ثابت کر دے کہ وہ صحیح ہے اور راوی ضعیف نے یہ حدیث خاص اچھے طور پر ادا کی ہے اُس وقت با وصف ضعف راوی اس کی صحت کا حکم کر دیا جائے گا۔

موضوعات کبیر میں ہے،

المحققون علی ان الصحة والحسن والضعف انما هی من حیث الظاهر فقط مع احتمال المحققین فرماتے ہیں صحت وحسن وضعف سب بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن ہے کہ صحیح موضوع ہو اور

علہ مسألة التنفل قبل المغرب ۱۲ منہ (م)

علہ مسألة السجود علی کور العمامة ۱۲ منہ (م)

سہ تدریب الراوی شرح تقریب التزادی النزاع الاول الصحیح مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۵، ۶ تا ۷
سہ فتح القدر باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۸۹
سہ باب صفة الصلاة " " " ۱/ ۲۶۶

کون الصحیح موضوعاً و عکسہ کذا افادہ اور موضوع صحیح، جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی نے افادہ
الشیخ ابن حجر المکی۔ فرمایا ہے۔

اقول (احادیث اولیائے کرام کے متعلق نفیس فائدہ) یہی وجہ ہے کہ بہت احادیث جنہیں محدثین کرام
اپنے طور پر ضعیف و نامعتبر ٹھہرا چکے علمائے قلب عرفائے رب ائمہ عارفین سادات مکاشفین قدسنا اللہ تعالیٰ
باسرارہم الجلیلہ و نور قلوبنا بانوارہم الجلیلہ انہیں مقبول و معتد بنا تے اور بصیغ جردم و قطع حضور پر نور سید عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت فرماتے اور ان کے علاوہ بہت وہ احادیث تازہ لاتے جنہیں علمائے زہر و فاریں
کہیں نہ پاتے، ان کے یہ علوم الہیہ بہت ظاہر بنیوں کو نفع دینا درکنار اُلٹے باعث طعن و وقعت و جرح و اہانت
ہو جاتے، حالانکہ العظمۃ اللہ و عباد اللہ ان طاعنین سے بدرجہا اتقی اللہ و اعلم باللہ و اشد توقیاً فی القول عن رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (حالانکہ وہ ان طعن کرنے والوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے خوف رکھنے والے، اللہ تعالیٰ
کے بارے میں زیادہ علم رکھنے والے، سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کسی قول کی نسبت کرنے میں بہت
احتیاط کرنے والے تھے۔ ت) تھے۔ و لکن

کل حزب یحالی دہم فرحون، و سربک
اعلم بالمہتدین۔ اور ہر ایک گروہ اپنے موجود پر خوش ہے اور تیرا رب
ہدایت یافتہ کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔ (ت)

میزان مبارک میں حدیث،
اصحابی کالنجوم یا ہم اقتدیتم اھتدیتم۔ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی
اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ (ت)

کی نسبت فرماتے ہیں،
هذا الحدیث وان کان فیہ مقال عند المحدثین اس حدیث میں اگرچہ محدثین کو گفتگو ہے

عنه فی فصل فان ادعی احد من العلماء فوق هذه المیزان ۱۲ من (م)۔

۱۔ موضوعات کبیرہ لکھنؤ قاری زیر حدیث من بلغه عن اللہ شی الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۶۸

۲۔ القرآن ۵۳/۲۳ و ۳۲/۳۰

۳۔ القرآن ۶۸/۴ و ۱۵۲/۱۶ و ۱۱۴/۶

۴۔ المیزان الکبریٰ فصل فان ادعی احد من العلماء الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳۰/۱

فہو صحیح عند اہل الکشف

کشف الغم عن جمیع الامر میں ارشاد فرمایا،

کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من صلی علی طہر قلبہ من النفاق ، کما یطہر الثوب بالماء ، وکان صلی اللہ تعالیٰ یقول من قال صلی اللہ علی محمد فقد فتح علی نفسہ سبعین بابا من الرحمة ، والقی اللہ محبته فی قلوب الناس فلا یغضبه الا من فی قلبہ نفاق ، قال شیخنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہذا الحدیث والذی قبلہ روینا ہما عن بعض العارفين عن الخضر علیہ الصلوۃ والسلام عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھما عندنا صحیحان فی اعلی درجات الصحۃ وان لم یشبھما المحدثون علی مقتضى اصطلاحہم۔

مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے جو مجھ پر درود بھیجے اس کا دل نفاق سے ایسا پاک ہو جائے جیسے کپڑا پانی سے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے جو کہے ”صلی اللہ علی محمد“ اس نے شر و درود کا رحمت کے اپنے اوپر کھول لیے، اللہ عز و جل اُس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالے گا کہ اُس سے بغض نہ رکھے گا مگر وہ جس کے دل میں نفاق ہوگا۔ ہمارے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، یہ حدیث اور اس سے پہلی ہم نے بعض اولیاء سے روایت کی ہیں انھوں نے سیدنا خضر علیہ الصلوۃ والسلام انھوں نے حضور پر نور سید الانام علیہ افضل الصلوۃ واکمل السلام سے یہ دونوں حدیثیں ہمارے نزدیک اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں اگرچہ محدثین اپنی اصطلاح کی بنا پر انھیں ثابت نہ کریں۔

نیز میزان شریف میں اپنے شیخ سیدی علی خواص قدس سرہ العزیز سے نقل فرماتے ہیں،

جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ محدثین نے سند صحیح متصل سے روایت کیا اس کی سند حضرت النبی عز و جل تک پہنچتی ہے، یونہی جو کچھ علم حقیقت سے صحیح کشف والوں نے نقل فرمایا

کما یقال عن جمیع ما رواہ المحدثون بالسند الصحیح المتصل ینتہی سندہ الی حضرة الحق جل و علا فکذا لک یقال فیما

علہ آخر المجلد الاول باب جامع فضائل الذکر آخر فصل الامر بالصلاة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ فیما علہ فعل فی بیان استحالة خروج شی من اقوال المجتہدین عن الشریعة ۱۲ منہ

نقلہ اہل الکشف الصحیح من علم الحقیقۃ۔ اُس کے حق میں یہی کہا جائے گا۔

بالجملہ اولیا کے لیے سوا اس سند ظاہری کے دوسرا طریقہ ارفع و اعلیٰ ہے و لہذا حضرت سیدی ابویزد بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفد کسی سرہ السامی اپنے زمانہ کے متکیرین سے فرماتے،

قد اخذتم علمکم میتاً عن میت و اخذنا علمنا
عن الحی الذی لا یموت ۛ تم نے اپنا علم سلسلہ اموات سے حاصل کیا ہے اور ہم نے اپنا علم حی لا یموت سے لیا ہے۔

نقلہ سیدی الامام الشعرائی فی کتابہ المبارک
الفاخر الیواقیت و الجواہر آخر المبحث السابع
والامر بعین۔ اسے سیدی امام شعرائی نے اپنی مبارک اور عظیم کتاب الیواقیت و الجواہر کی سینٹا لیسویں بحث کے آخر میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

حضرت سیدی امام المکاشفین محی الملتہ والدین شیعہ اکبر ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ احادیث کی تصحیح فرمائی کہ طور علم پر ضعیف مانی گئی تھیں،

کما ذکرہ فی باب الثالث والسبعین من الفتوحات
الملکیۃ الشریفۃ الالہیۃ الملکیۃ ونقلہ فی
الیواقیت ہنا۔ جیسا کہ انہوں نے فتوحات الملکیۃ الشریفۃ الالہیۃ الملکیۃ کے تیرھویں باب میں ذکر کیا اور الیواقیت میں اس مقام پر اسے نقل کیا ہے۔ (ت)

اسی طرح خاتم حفاظ الحدیث امام جلیل جلال الملتہ والدین سیموطی قدس سرہ العزیز پختہ بار بیداری میں جمال جہاں آرائے حضور پر نور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہرہ ور ہوئے بالمشافہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تحقیقات حدیث کی دولت پائی بہت احادیث کی کہ طریقہ محدثین پر ضعیف ٹھہر چکی تھیں تصحیح فرمائی جس کا بیان عارف ربانی امام العلامة عبدالوہاب شعرائی قدس سرہ النورانی کی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ہے من شاء فلیتشرع بمطالعتہ (جو اس کی تفصیل چاہتا ہے میزان کا مطالعہ کرے۔ ت) یہ نفیس و جلیل فنائدہ کہ

عہ فی الفصل المذكور قبل ما مر بنحوہ صفحہ ۱۲ من رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ہر)

۴۵/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر	۱	المیزان الکبریٰ فصل فی استحالۃ خروج شیء من اقوال المجتہدین
۹۱/۲	" " " "	۲	الیواقیت و الجواہر باب الثالث والسابع والاربعین
۸۸/۲	" " " "	۳	" " " "
۴۴/۱	" " " "	۴	المیزان الکبریٰ فصل فی استحالۃ خروج شیء

بنا سبست مقام بجا اللہ تعالیٰ نفع رسائی برادرانِ دین کے لیے حوالہ قلم ہوا لوحِ دل پر نقش کر لینا چاہئے کہ اس کے جاننے والے کم ہیں اور اس لغزش گاہ میں پھسلنے والے بہت قدم سے

خلیلی قطاع الفیافی الحب الہمی

کثیر و اباب الوصول قلائل

(اے میرے دوست! چراگاہوں میں ڈاکہ ڈالنے والے کثیر اور منزل کو پانے والے کم ہیں۔ ت) بات دُور پہنچی، کہنا یہ تھا کہ سند پر کیسے ہی طعن و جرح ہوں اُن کے سبب بطلانِ حدیث پر جزم نہیں ہو سکتا ممکن کہ واقع میں حق ہو اور جب صدق کا احتمال باقی تو عاقل جہان نفع بے ضرر کی اُمید پاتا ہے اُس فعل کو بجا لاتا ہے دین و دنیا کے کام اُمید پر چلتے ہیں پھر سند میں نقصان دیکھ کر ایک دست اس سے دست کش ہونا کس عقل کا مقتضی ہے کیا معلوم اگر وہ بات سچی تھی تو خود فضیلت سے محروم رہے اور تجبوتی ہو تو فعل میں اپنا کیا نقصان فافہم و تشبہت ولا تکن من المتعصبین (اے اچھی طرح سمجھ لے اس پر قائم رہ اور تعصب کرنے والوں سے نہ ہو۔ ت) انصاف کیجئے مثلاً کسی کو نقصان حرارت غریزی وضعف ارواح کی شکایت شدید ہو زید اس سے بیان کرے کہ فلاں حکیم حاذق نے اس مرض کے لیے سونے کے ورق سونے کے کھل میں سونے کی مٹولی سے عرق بید مشک یا سہیل پر انگلی سے شہد میں سخی بلین کر کے چنا تجویز فرمایا ہے تو مثل سلیم کا اقتضا نہیں کہ جب تک اُس حکیم تک سند صحیح متصل کی خوب تحقیقات نہ کر لے اس کا استعمال جہاً حرام جانے، بس اتنا دیکھنا کافی ہے کہ اصولِ طبیہ میں میرے لیے اس میں کچھ مفرت تو نہیں ورنہ وہ مریض کہ نسخہ ہائے قرابادین کی سندیں دھونڈتا اور حالِ رواۃ تحقیق کرتا پھرے گا قریب ہے کہ بے عقلی کے سبب اُن ادویہ کے فوائد و منافع سے محروم رہے گا نہ عراقِ تنقیح سے تریاقِ نصیح یا متحد آئے گا نہ یہ مارگزیدہ دوا پائے گا! بیغیرہ یہی حال ان فضائلِ اعمال کا ہے جب ہمارے کان تک یہ بات پہنچی کہ اُن میں ایسا نفع ذکر کیا گیا اور شرع مطہر نے ان افعال سے منع نہ کیا، تو اب ہمیں تحقیق محدثانہ کیا ضرور ہے اگر حدیث فی نفسہ صحیح ہے فہما ورنہ ہم نے اپنی نیک نیت کا اچھا پھل پایا اہل تربصون بنا کا احادی الحسنیین (تم ہم پر کس چیز کا انتظار کرتے ہو مگر دو خوبیوں میں سے ایک کا۔ ت)

افادہ ۲۰ (حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ محلِ احتیاط ہو) مقاصد شرع کا عارف اور کلماتِ علما کا واقف جب قبولِ ضعیف فی الفضائل کے دلائل مذکورہ عبارات سابقہ فتح المبین امام ابن حجر مکی و انور ذیج العلوم محقق دوانی و قوت القلوب امام مکی رحمہم اللہ تعالیٰ و نیز تقریر فقیر مذکور افادہ سابقہ پر نظر صحیح کرے گا

ان انوار مجلیہ کے پر تو سے بطور حدس بے تکلف اُس کے آئینہ ولی میں مرقم ہو گا کہ کچھ فضائل اعمال ہی میں انحصار نہیں بلکہ عموماً جہاں اُس پر عمل میں رنگ احتیاط و نفع بے ضرر کی صورت نظر آئے گی بلاشبہ قبول کی جائے گی جانب فعل میں اگر اس کا ورود استحباب کی راہ بنائے گا جانب ترک میں تنزیع و تورع کی طرف بلائے گا کہ آخر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا :

کیف وقد قيل: (کیونکہ نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا) (سرواہ البخاری عن عقبۃ بن عقیبۃ بن الحارث النوفلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (اسے امام بخاری نے عقبہ بن حارث نوفلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ ت)
اقول وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم **اقول** رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
 دع ما یریبک انی ما یریبک۔
 فرمایا : جس میں شبہہ پڑتا ہو وہ کام چھوڑ دے اور
 ایسے کی طرف آ جس میں کوئی دغدغہ نہیں۔

سرواہ الامام احمد وابوداؤد الطیالسی والدارمی
 والترمذی وقال "حسن صحیحہ والنسائی
 وابن حبان والمحاکم وصحاحہ" وابن قانع
 فی معجمہ عن الامام ابن الامام سیدنا
 الحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند
 قوی وابونعیم فی المحلیۃ والخطیب فی التاریخ
 بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما۔
 اسے امام احمد، ابوداؤد طیالسی، دارمی، ترمذی نے
 روایت کیا اور اسے حسن صحیح کہا۔ نسائی، ابن حبان اور
 حاکم ان دونوں نے اسے صحیح کہا۔ ابن قانع نے اپنی معجم
 میں امام ابن امام سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما
 نے سند قوی کے ساتھ روایت کیا۔ ابونعیم نے حلیہ
 اور خطیب نے تاریخ میں بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کیا۔
 (ت)

ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورثِ ظن نہ ہو مورثِ شبہہ سے تو کم نہیں تو عمل احتیاط میں اس کا قبول عین مراد
 شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق ہے، احادیث اس باب میں بکثرت ہیں، از انجملہ حدیث اجل و اعظم
 کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

من اتقی الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه
 ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي
 جوشہات سے بچے اُس نے اپنے دین و آبرو کی حفاظت
 کرنی اور جوشہات میں پڑے حرام میں پڑ جائے گا جیسے

رہنے کے گرد چرانے والا نزدیک ہے کہ رہنے کے اندر
چرانے، اُس کو ہر پادشاہ کا ایک رہنا ہوتا ہے، اُس کو
اللہ عزوجل کا رہنا وہ چیزیں ہیں جو اس نے حرام فرمائیں۔
اسے بخاری و مسلم دونوں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

حول المحرم يوشك ان ترتفع فيه الاوان بكل ملأ
حرم الاوان حرم الله محارمه.

سرواہ الشیخان عن النعمان بن بشیر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما۔

امام ابن حجر مکی نے فتح البین میں ان دونوں حدیثوں کی نسبت فرمایا،

یعنی حاصل مطلب ان دونوں حدیثوں کا یہ ہے کہ شبہہ
کی بات میں پڑنا خلافِ اولیٰ ہے جس کا مرجح کراہت
تتزیہ۔

رجوعہما الى شیء واحد وهو النهی التنزیہی
عن الوقوع فی الشبهات.

اللہ عزوجل فرماتا ہے :

اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر ہے
اور اگر سچا ہو تو تمہیں پہنچ جائے گی کچھ نہ کچھ وہ مصیبت
جس کا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے۔

ان یک کا ذیا فعلیہ کذیبہ وان یک صادقاً
یصیبکم بعد الذی یعدکم.

بحمد اللہ تعالیٰ یہ معنی ہیں ارشاد امام ابوطالب مکی قدس سرہ کے قوت القلوب شریف میں فرمایا،

ضعیف حدیثیں جو مخالف کتاب و سنت نہ ہوں اُن کا
رد کرتا ہوں لازم نہیں بلکہ قرآن و حدیث اُن کے قبول
پر دلالت فرماتے ہیں

ان الاخبار الضعاف غیر مخالفة للکتاب و
السنة لا یلزمنا ردھا بل فیہا ما یدل علیہا.

لاحرم علمائے کرام نے تصریحیں فرمائیں کہ دربارہ احکام بھی ضعیف حدیث مقبول ہوگی جبکہ جانب احتیاط

اکتیسویں فصل میں اس کا بیان ہے۔ (ت)

عہ فی فصل الحادی والثلاثین ۱۲ منہ (م)

ص ۱۳

مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

لے صحیح البخاری باب فصل من استبرأ لیدنہ

۲۸/۲

" " " " " "

مسلم شریف باب اخذ الحلال وترك الشبهات

۲۸/۲۰ ۳ القرآن

لے فتح البین شرح اربعین

۱۴۴/۱

مطبوعہ دار صادر بیروت

لے قوت القلوب باب تفضیل الاخبار الخ

میں ہو، امام نووی نے اذان میں بعد عبادت مذکور پھر خمس سخاوی نے فتح المغیث پھر شہاب خفاجی نے نسیم الریاض میں فرمایا:

اما الاحکام کالاحلال والحرام والبیع والنکاح والطلاق وغیر ذلک فلا یعمل فیہا الا بالحديث الصحيح او الحسن الا ان یتکون فی احتیاط فی شئ من ذلک کما اذا ورد حدیث ضعیف بکراهة بعض البیوع او الانکحة فان المستحب ان یتنزه عنه ولكن لا یجب له

یعنی محدثین و فقہاء وغیرم علما فرماتے ہیں کہ حلال و حرام بیع نکاح طلاق وغیرہ احکام کے بارہ میں صرف حدیث صحیح یا حسن ہی پر عمل کیا جائے گا مگر یہ کہ ان مواقع میں کسی احتیاطی بات میں ہو جیسے کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں حدیث ضعیف آئے تو مستحب ہے کہ اس سے بچیں ہاں واجب نہیں۔

امام جلیل جلال سیوطی تدریب میں فرماتے ہیں :
و یعمل بالضعیف ایضا فی الاحکام اذا کان فیہ احتیاط۔

حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائیگا جبکہ اس میں احتیاط ہو۔

علامہ حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں :

الاصل ان الموصول بین الاذان والاقامة ینکون فی کل الصلوة لما روی الترمذی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لیلال اذا اذنت فتوسل واذا اقامت فاحدروا جعل بین اذانک واقامتک قدر ما یفرغ الاکل من اکلہ فی غیر المغرب والشارب من شربہ

یعنی اصل یہ ہے کہ اذان کہتے ہی فوراً اقامت کہ دینا مطلقاً سب نمازوں میں مکروہ ہے اس لیے کہ ترمذی نے حسابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اذان ٹھہر ٹھہر کر کہہ کر اور تکبیر جلد جلد اور دونوں میں اتنا فاصلہ رکھ کر کھانا پینا کھانے سے (مغرب کے علاوہ) اور پینے والا پینے اور ضرورت والا قضاے حاجت سے فارغ ہو جائے، یہ حدیث

علمہ فی شرح الخطبة حیث اسند الامام المصنف حدیث من شمل عن علم فکلمہ الحدیث ۱۲ من

علمہ فی فعل سنن الصلوة ۱۲ من

علمہ قولہ فی غیر المغرب ہکذا هو فی نسخۃ الغنیۃ ولیس عند الترمذی بل هو مدرج فیہ نعم ہوتا ویل من العلماء کما قال فی الغنیۃ بعد ما نقلنا قالوا قولہ قدر ما یفرغ الاکل من اکلہ فی غیر المغرب من شربہ فی المغرب

نسیم الریاض شرح الشفاء تتمہ و فائدہ مہمہ فی شرح الخطبة مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۲/۱

تدریب الراوی شرح تقریب النوادی النوع الثانی والعشرون المقلوب دار النشر المکتب الاسلامیہ بیروت ۲۹۹/۱

والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجته وهو وان كان ضعيفا لكن يجوز العمل به في مثل هذا الحكم

نقیسہ (بدھ کے دن بدن سے خون لینے کے باب میں) ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن پچھنے لگانے سے ممانعت آئی ہے کہ،

من احتجم يوم الاسر بعاء ويوم السبت فاصابه برص فلا يلومن الانفسه

امام سیوطی لائلہ و تعقیبات میں مسند الفردوس دہلی سے نقل فرماتے ہیں،

سمعت ابی یقول سمعت ابا عمرو ومحمد بن جعفر

بن مطر النیسابوری قال قلت یوما ان هذا

الحديث ليس بصحيح فاقصدت یوم

الاسر بعاء فاصابني البرص فرأيت رسول الله

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النوم فشکوت

الیہ حالی فقال ایاک والاستهانة بحديثی

فقلت تبت یا رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ

ایک صاحب محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو فصد کی

ضرورت تھی بدھ کا دن تھا خیال کیا کہ حدیث مذکور تو

صحیح نہیں فصد نے لی فوراً برص ہو گئی، خواب میں حضور

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف

ہوئے حضور سے فریاد کی، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے فرمایا ایاک والاستهانة بحديثی

(خبردار میری حدیث کو ہلکا نہ سمجھنا) انھوں نے توبہ کی

علہ امام ترمذی نے فرمایا، هو اسناد مجهول (یہ سند مجہول ہے) ۱۲ منہ (م)

علہ او اخر کتاب المرض والطب ۱۲ منہ (م) کتاب المرض والطب کے آخر میں اس کو ذکر

کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

علہ باب الجنائز ۱۲ منہ (م) باب الجنائز میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

سہ غنیۃ المستمل فصل سنن الصلاة مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۷ - ۳۷۹

سہ الکامل لابن عدی من ابدا اسمعین عبد اللہ ابن زیاد مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیہ شیخ پورہ ۱۴۴۶/۴

سہ اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ کتاب المرض والطب مطبوعہ ادبیہ مصر ۳۶۸/۳

صحیح نہیں فوراً مبتلا ہو گئے۔ خواب میں زیارت جمال بے مثال حضور پر نور محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے، شافی کافی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور اپنے حال کی شکایت عرض کی، حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نفی فرمائی ہے؟ عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی۔ ارشاد ہوا: تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی۔ یہ فرما کر حضور مہرئی الاکم والابرص محی الموتی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس کہ پناہ و دجھان و دستگیر بیکساں ہے، ان کے بدن پر لگا دیا، فوراً اچھے ہو گئے اور اُسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سن کر مخالفت نہ کرونگا (۱)۔

علامہ شہاب الدین غفاجی مصری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نسیم الریاض شرح شفا امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں: قص الاطفال و تغلیسہا سنة و ورد النہی عنہ فی یوم الاربعاء، و انہ یورث البوص، و حکى عن بعض العلماء انہ فعلہ فنہی عنہ فقال لم یثبت هذا فحققہ البوص من ساعته فرای النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی منامہ فشکی الیہ فقال لہ الم تسمع نہی عنہ، فقال لم یصح عنہی فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکفیک انہ سمع، ثم مسح بدنہ بیدہ الشریفة، فذهب ما بہ فتاب عن مخالفة ما سمع ^{لہ} (نوٹ: اس عربی عبارت کا ترجمہ مفید ص ۴۹۹ سے شروع ہو کر عربی عبارت کے تتم ہوتا ہے) یہ بعض علماء امام علامہ ابن الحاج مکی مالکی قدس اللہ سرہ العزیز تھے علامہ طحاوی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں، و رد فی بعض الآثار النہی عن قص الاطفال

بعض آثار میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ناخن کتروانے والے کو برص کی بیماری عارض ہو جاتی ہے اور صاحب مدخل ابن الحاج کے بارے میں ہے کہ انھوں نے بدھ کے روز ناخن کاٹنے کا ارادہ کیا، انھیں یہ بھی الی بات یاد دلائی گئی تو انہوں نے اسے ترک کر دیا پھر خیال میں آیا کہ ناخن کتروانا سنت ثابتہ ہے اور اس سے بھی کی روایت میرے نزدیک صحیح نہیں۔ لہذا انہوں نے ناخن کاٹ لیے تو انھیں برص عارض ہو گیا تو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی

یوم الاربعاء فانہ یورث و عن ابن الحاج صاحب المدخل انہ سم بقص اطفالہ یوم الاربعاء، فتذکر ذلک، فترک، ثم رای ان قص الاطفال سنة حاضرة، ولم یصح عنہ النہی فقصرہا، فلحقہ ای اصابہ البوص، فرای النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النوم فقال الم تسمع نہی عن ذلک، فقال یا رسول اللہ لہ یصح عنہی ذلک فقال

يُكْفِيكَ اِنْ تَسْمَعُ ، ثُمَّ مَسَحَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَدَنِهِ فَمِنْهُ فَرَّالُ الْبُيُوتِ جَمِيعًا ، قَالَ ابْنُ الْحَاجِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَجَعَلَتْ مَعَ اللّٰهِ تَوْبَةً اِنِّي لَا اَخَالِفُ مَا سَمِعْتُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَدًا ۱۰

سرمکارد و دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : کیا تو نے نہیں سنا کہ میں نے اس سے منع فرمایا ہے ؟ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ! وہ حدیث میرے نزدیک صحیح نہ تھی ، تو آپ نے فرمایا کہ تیرا سُن لینا ہی کافی ہے ۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

ان کے جسم پر اپنا دستِ اقدس پھیرا تو تمام برس زائل ہو گیا۔ ابنِ الحجاج کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس بات سے توبہ کی کہ آئندہ جو حدیث بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنوں گا اس کی مخالفت نہیں کروں گا۔ (ت) سبحان اللہ ! جب محلِ احتیاط میں احادیث ضعیفہ خود احکام میں مقبول و معمولی ، تو فضائل تو فضائل ہیں ، اور ان فوائدِ نفیسہ حلیہ مغیہ سے بجز اللہ تعالیٰ عقل سلیم کے نزدیک وہ مطلب بھی روشن ہو گیا کہ ضعیف حدیث اُس کی غلطی واقعی کو مستلزم نہیں ۔ دیکھو یہ حدیثیں بجاؤ سند کسی ضعیف تھیں اور واقع میں اُن کی وہ شان کہ مخالفت کرتے ہی فوراً تصدیق ظاہر ہوئی ، کاش منکرانِ فضائل کو بھی اللہ عزوجل تعظیمِ حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توفیق بخشنے اور اُسے ہلکا سمجھنے سے نجات دے ، آمین !

افادہ بسط و یکم (حدیث ضعیف پر عمل کے لیے خاص اُس باب میں کسی صحیح حدیث کا آنا ہرگز ضرور نہیں) بذریعہ حدیث ضعیف کسی فعل کے لیے محلِ فضائل میں استتباب یا موضعِ احتیاط میں حکمِ تنزیہ ثابت کرنے کے لیے ہمارا زنا اصلاً اُس کی حاجت نہیں کہ بالخصوص اس فعلِ معین کے باب میں کوئی حدیث صحیح بھی وارد ہوئی ہو ، بلکہ یقیناً قطعاً صرف ضعیف ہی کا درودانِ احکام استتباب و تنزیہ کے لیے ذریعہ کاغذ ہے ، افاداتِ سابقہ کو جس نے ذرا بھی بگوش ہوش استماع کیا ہے اُس پر یہ امر شمس و امس کی طرح واضح و روشن ۔ مگر از انجا کہ مقام مقام افادہ ہے ایضاً باقی کے لیے چند تنبیہات کا ذکر مستحسن ۔

اولاً کلماتِ علمائے کرام میں با آنکہ طبقہ قطبۃ اُس جوش و کثرت سے آئے ، اس تفسیرِ بعیدہ کا کہیں نشان نہیں تو خواہی خواہی مطلق کو از پیش خویش مقید کر لینا کیونکر قابلِ قبول ۔

ثانیاً بلکہ ارشاداتِ علماءِ مرآتہ اُس کے خلاف ، مثلاً عبارت اذکار وغیرہ خصوصاً عبارت امام ابنِ الہمام جو نص صریح ہے کہ ثبوتِ استتباب کو ضعیف حدیث کافی ۔

اقول بلکہ خصوصاً اذکار کا وہ فقرہ کہ اگر کسی مین یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف آئے تو اس سے پچنا مستحب ہے واجب نہیں ۔ اس استتباب و انکار و وجوب کا منشا وہی ہے کہ اُس سے نہی میں حدیث صحیح نہ آئی کہ وجوب ہوتا ، تنہا ضعیف نے صرف استتباب ثابت کیا اور سب سے اعلیٰ و اجل کلام امام ابو طالب کی ہے اس

میں تو بالقصد اس تفسیر جدید کا رد صریح فرمایا ہے کہ "وان لم یشهد الہ" (اگرچہ کتاب و سنت اس خاص امر کے شاہد نہ ہوں)

مثلاً علماء فقہ و حدیث کا علمدراۓ قدیم و حدیث اس قید کے بطلان پر شاہد عدلی، حاجی انھوں نے احادیث ضعیفہ سے ایسے امور میں استدلال فرمایا ہے جن میں حدیث صحیح اصلاً مروی نہیں۔
اقول مثلاً،

(۱) نماز نصف شعبان کی نسبت علی قاری۔

(۲) صلاۃ التبیح کی نسبت بر تقدیر تسلیم ضعف و جہالت امام زکریا و امام سیوطی کے اقوال فادہ دہم میں گزرے۔

(۳) نماز میں امامت اتقی کی نسبت امام محقق علی الاطلاق کا ارشاد فادہ شانزدہم میں گزرا وہاں اس تفسیر کے برعکس حدیث ضعیفہ پر عمل کو فقدانِ صحت سے مشروط فرمایا ہے،

قال دوی الحاکم عنہ علیہ الصلاۃ والسلام ان
سرکم ان تقبل صلاۃ تکم فلیؤمکم بخیار فان
صح و الا فالضعیف غیر الموضوع یعمل بہ
فی فضائل الاعمال

حاکم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی
ذکر کیا ہے کہ اگر تم یہ پسند کرتے کہ تمہاری نمازیں قبول
ہو جائیں تو تم اپنے میں سے بہتر شخص کو امام بناؤ۔ اگر یہ
روایت صحیح ہے ورنہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں اور

فضائل اعمال میں حدیث ضعیفہ پر عمل کیا جاتا ہے (ت)

(۴) نیز امام مدوح نے تجنیز و تکفین قریبی کافر کے بارہ میں احادیث ذکر کیں کہ جب ابو طالب مرے حضور اقدس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو حکم فرمایا کہ انھیں نہلا کر دفن کرائیں پھر خود غسل
کریں بعد غسل میت سے غسل کی حدیثیں نقل کیں، پھر فرمایا،

لیس فی هذا ولا فی شیء من طرق علی

ان دونوں باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں مگر حدیث علی کے

طرق کثیر ہیں اور استحباب حدیث ضعیفہ غیر موضوع سے

ثابت ہو جاتا ہے۔

حدیث صحیحہ، لکن طرق حدیث علی کثیرہ

والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع

(۵) غسل کے بعد استحباب منہیل کی نسبت علامہ ابراہیم حلبی۔

(۶) تائید اباحت کی نسبت امام ابن امیر الحاج۔

(۷) استجاب مسح کردن کی نسبت مولانا علی مکی۔

(۸) استجاب تلقین کی نسبت امام ابن الصلاح و امام نووی و امام سیوطی کے ارشادات افادہ ہند ہم۔

(۹) کراہت وصل بین الاذان و الاقامت کی نسبت علامہ علی کا کلام۔

(۱۰) بدھ کو ناخن تراشنے کی نسبت خود نسیم الریاض و طحطاوی کے اقوال افادہ ہند ہم میں زیور گردش سامعین ہوئے۔

یہ دس تو یہیں موجود ہیں اور خوفِ محال نہ ہو تو تنویر کو ایک ادنیٰ نظر میں جمع ہو سکتے ہیں، مگر ایضاً واضح میں اظہار تاکہ۔

رابعاً، اقول نصوص و احادیث مذکورہ افادات ہند ہم و ہند ہم کو دیکھئے کہیں بھی اس قید بے معنی کی مساعدت فرماتے ہیں؟ حاشا بلکہ باعلیٰ نہ اُس کی لغویات بتاتے ہیں کمالاً یخفی علیٰ اولیٰ النہی (جیسا کہ صاحب عقل دو گون پر مخفی نہیں۔ ت)

خامساً، اقول وباللہ التوفیق اس شرط زائد کا اضافہ اصل مسئلہ اجماعیہ کو محض لغو و مہمل کر دے گا کہ اب حاصل یہ ٹھہرے گا کہ احکام میں تو مقتضائے حدیث ضعیف پر کاربندی اصلاً جائز نہیں اگرچہ یہاں حدیث صحیح موجود ہو اور ان کے غیر میں بحالت موجود صحیح صحیح ورنہ قبیح۔

اولاً اس تقدیر پر عمل بمقتضی الضعیف من حیث ہو مقتضی الضعیف ہو گا یا من حیث ہو مقتضی الضعیف، ثانی قطعاً احکام میں بھی حاصل اور تفرقہ زائل، کیا احکام میں ورود ضعیف صحاح ثابۃ کو بھی رد کر دینا ہے؟ ہذا لایقول بہ جاہل (اس کا قول کوئی جاہل بھی نہیں کر سکتا۔ ت) اور اول خود شرط سے رجوع یا قول بالمتناہین ہو کر مدفع کہ جب صحیح عمل و ورود صحیح ہے تو اس سے قطع نظر ہو کر صحت کیونکر! ثانیاً اگر صحیح نہ آتی ضعیف بیکار تھی آتی تو وہی کفایت کرتی بہر حال اس کا وجود و عدم یکساں پھر معمول بہ ہونا کہاں!

ثالثاً بعبارۃ اخری اظہر و اجلی (ایک سری عبارت کے ساتھ زیادہ ظاہر و واضح ہے۔ ت) حدیث پر عمل کے یہ معنی کہ یہ حکم اس سے ماخوذ اور اُس کی طرف مضاف ہو کہ اگر نہ اُس سے لیجئے نہ اُس کی طرف اسناد کیجئے تو اس پر عمل کیا ہوا، اور شک نہیں کہ خود صحیح کے ہوتے ضعیف سے اخذ اور اس کی طرف اضافت چہ معنی، مثلاً کوئی کے چراغ کی روشنی میں کام کی اجازت تو ہے مگر اس شرط پر کہ نورِ آفتاب بھی موجود ہو۔ سبحان اللہ جب مہرِ نیمروز خود جلوہ افروز تو چراغ کی کیا حاجت اور اس کی طرف کب اضافت! اسے چراغ کی روشنی میں کام کرنا کیوں گے یا نورِ شمس میں! ع

آفتاب اند جہاں آنگہ کہ مجوید سہا

(جب جہاں میں آفتاب ہو تو سہا (ستارہ) ڈھونڈنے سے کیا فائدہ!)

لاجرم معنی مسئلہ بھی ہیں کہ حدیث ضعیف احکام میں کام نہیں دیتی اور دربارہ فضائل کافی دوافی ۔

(تحقیق المقام وازاحة الالهام)

(تحقیق مقام وازالة الالهام)

ثُمَّ اَقُولُ تحقيق المقام وتنقيح المرام بحيث يكشف الغمار ويصوّف الالهام ان المسألة تدور بين العلماء بصارتين العمل والقبول اما العمل بحديث ، فلا يعني به الا امثال ما فيه تعويلا عليه والجرى على مقتضاه نظر اليه ولا بد من هذا القيد الاترى ان لو توافق حديثان صحيح وموضوع على فعل ففعل للمريه في الصحيح لا يكون هذا عملا على الموضوع واما القبول فهو وان احتل معنى الرواية من دون بيان الضعف ، فيكون الحاصل ان الضعيف يجوز روايته في الفضائل مع السكوت عما فيه دون الاحكام لكن هذا المعنى على تقدير صحته انما يرجع الى معنى العمل كيف ولا منشاء لا يجاب اظهار الضعف في الاحكام الا التحذير عن العمل به حيث لا يسوغ قلوم يسغ في غيرها ايضا لكان ساوفا في الايجاب فدار الامر في كلتا العبارتين الى تجويز المشى على مقتضى الضعاف في ما دون الاحكام فانضح ما استدللنا به خامسا وانكشف الظلام هذا هو التحقيق بيد ان ههنا رجلين من اهل العلوس لى اقدار اقلامهما فحملا العمل والقبول على ما ليس بهر ادول حقيقا بقبول .

ثُمَّ اَقُولُ اب هم تحقيق مقام اور وضاحت مقصد كيلے ایسی گفتگو کرتے ہیں جس سے پردے ہٹ جائیں اور شکوک و شبہات ختم ہو جائیں گے اور وہ بتائے کہ اس مسئلہ میں علماء دو طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں عمل اور قبول ، عمل بالحدیث سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث پر اعتماد کرتے ہوئے اور اس کے مقتضی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس میں مذکور حکم کو بجالایا جائے ، اس قید کا اضافہ ضروری ہے اس لئے کہ آپ ملاحظہ کرتے ہیں کہ کسی فصل کے متعلق حدیث صحیح اور حدیث موضوع دونوں اگر موافق ہوں اور فعل کو بجالانے والا حدیث صحیح کو پیش نظر رکھتے ہوئے عمل کرے تو اب موضوع ہر عمل نہ ہوگا قبول بالحدیث پر ہے کہ اگرچہ ضعف بیان کے بغیر روایت کے معنی کا احتمال ہو تو اس کا حاصل یہ ہوگا کہ ضعیف میں جو کمزوری ہے اس پر سکوت کرتے ہوئے فضائل میں اس کی روایت کرنا جائز ہے لیکن احکام میں نہیں ، اگر قبول بالحدیث کا یہی معنی صحیح ہو تو یہ معنی عمل بالحدیث ہی کی طرف لوٹ جاتا ہے ، کیسے ؟ وہ ایسے کہ احکام کے بارے میں مروی روایات کے ضعف کو بیان کرنا اس لئے واجب و ضروری ہے کہ اس پر عمل سے روکا جائے کہ احکام میں ہر چیز جائز نہیں پھر اگر غیر احکام میں بھی یہ چیز جائز نہ ہو تو ایجاب میں فضائل و احکام دونوں برابر ہو جائیں گے ۔ خلاصہ یہ کہ دونوں جہاتوں میں اس امر پر دلیل ہے کہ غیر احکام میں ضعیف حدیثوں پر عمل کرنا جائز ہے

اب ہمارا پانچواں استدلال واضح ہو گیا اور تاریکی کھل گئی اور تحقیق یہی ہے۔ علاوہ ازیں یہاں دو اہل علم ایسے ہیں جن کے قلم کے قدم پھیل گئے، انہوں نے عمل بالمحدیث اور قبول بالمحدیث کو ایسے معنی پر محمول کیا ہے جو مراد اور قابل قبول نہیں۔ (ت)

ان میں سے ایک علامہ خاجی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہیں انہوں نے محقق دوانی کے رد کا ارادہ کیا اور انہیں ان کے کلام کے ظاہر سے وہم ہو گیا کہ اس کا عمل وہ ہے جب حدیث ضعیف ان امور کے ایک یا کئی میں وارد ہو جن کا استحباب ثابت اور اس میں ثواب کی رغبت ہو یا بعض صحابہ کے فضائل یا اذکار منقولہ کے بارے میں ہو کہ ان احکام و اعمال کی تخصیص کی ضرورت ہی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا کیونکہ اعمال اور فضائل اعمال میں فرق ظاہر ہے اھ

أحدھما العلامة الفاضل الخفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ حیث حاول الرد علی المحقق الدوانی وادھم بظاہر کلامہ ان محملہ اذاری حدیث ضعیف فی ثواب بعض الامور الثابت استجابھا والترغیب فیہ اوفی فضائل بعض الصحابۃ او الاذکار الماثورۃ قال ولا حاجۃ الی لتخصیص الاحکام والاعمال کما توھم للفرق الظاہر بین الاعمال وفضائل الاعمال اھ

اقول ثولان الفاضل المدق خائف المحقق لکان کلامہ معنی صحیحہ ، فان الثبوت اعم من الثبوت عینا و باندرج تحت اصل عام ولو اصالۃ الاباحۃ فان المباح یصیر بالنیۃ مستحبا ونحن لاننکر ان قبول الضعاف مشروط بذلک کیف ونولاه لکان فیہ ترجیح الضعیف علی الصحیح وهو باطل وفاقا فلو اراد الفاضل ہذا المعنی لاصاب ولسلم من التکرار فی قولہ او الاذکار الماثورۃ لکنہ رحمہ اللہ تعالیٰ یصدد مخالفۃ المحقق المرہوم وقد کان المحقق انما عول علی ہذا المعنی

اقول کاش فاضل مدق محقق دوانی کی مخالفت نہ کرتے تو ان کے کلام کا معنی درست ہوتا کیونکہ ثبوت بعض اوقات عینی ہوتا ہے اور بعض اوقات کسی عمومی اصل کے تحت ہوتا ہے اگرچہ اباحت کی اصل پر ہو کیونکہ مباح نیت سے مستحب ہو جاتا ہے اور ہم قبول ضعاف کو اس کے ساتھ مشروط ہونے کا انکار نہیں کرتے یہ کیسے ممکن ہے؟ اگر یہ بات نہ ہو تو اس میں ضعیف کو صحیح پر ترجیح لازم آتی اور وہ بالاتفاق باطل ہے اگر فاضل مدق بھی یہی معنی مراد لیتے تو درست تھا اور اپنے قول او الاذکار الماثورۃ کے تکرار سے محفوظ ہو جاتے لیکن فاضل رحمۃ اللہ علیہ محقق کی مخالفت کے درپے تھے

الصحيح حيث قال المباحات تصير بالذينة
عبادة فكيف ما فيه شبهة الاستحباب لاجل
الحديث الضعيف الحاصل ان الجواز معلوم من
خارج والاستحباب ايضا معلوم من القواعد
الشرعية الدالة على استحباب الاحتياط
في امر الدين فلم يثبت شيء من الاحكام بالحديث
الضعيف بل اوقع الحديث شبهة الاستحباب فساد
الاحتياط ان يعمل به فاستحباب الاحتياط
معلوم من قواعد الشرع ^{الله} ملخصا فالظاهر
من عدم امر تفصانه انه يريد الثبوت عينا بخصوصه
ويؤيده تشبثه بالفرق بين الاعمال وفضائلها
فان اراده فهذه جنود براهين لا قبل لاحد بها
وقد اناك بعضهما۔

اور محقق نے اسی معنی صحیح پر اعتماد کیا تھا چنانچہ کہا کہ مباحات
نیت سے عبادت قرار پاتے ہیں تو اس کا کیا حال
ہوگا جس کے استحباب میں حدیث ضعیف کی وجہ سے
شہد ہو؟ حاصل یہ ہے کہ جواز خارج سے معلوم ہوتا ہے
اور استحباب بھی ایسے قواعد شرعیہ سے معلوم ہوتا ہے
جو امر دین میں احتیاطاً استحباب پر دال ہیں، پس
احکام میں سے کوئی بھی حکم حدیث ضعیف سے ثابت نہ ہوگا
بلکہ حدیث استحباب کا شہد پیدا کر دے گی لہذا احتیاطاً
اسی پر عمل کرنا ہوگا اور احتیاطاً استحباب کج عمل قواعد شرع سے
معلوم ہوا ہے اور مطلقاً ان کی عدم پسندیدگی سے ظاہر
ہوتا ہے کہ انہوں نے ثبوت سے مراد صرف عینی ایسے امور
کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ انہوں نے اس پر استدلال
اعمال اور فضائل اعمال کے فرق سے کیا ہے اگر انہوں
نے یہی مراد لیا ہے تو یہ لائل کا انبار ہے جس کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا اور بعض کا ذکر آپ تک پہنچ گیا۔ (د ت)

عہ ویکدرہ ایضا علی ما قبل مغایرة العلماء بین
فضائل الاعمال والترغیب علی ما هو الظاهر
من کلامهم فلفظ ابن الصلاح فضائل الاعمال
وسائر فنون الترغیب والترہیب وسائر ما لا تعلق
له بالاحکام والعقائد هذا توضیح ما قبل، اقول
بل المراد به بفضائل الاعمال الاعمال الحمی
فضائل تشہد بذلك کلمات العلماء المأدۃ فی
الافادة السابعة عشر کقول الغنیة والقاری و
السیوطی وغیرہم کما لا ینہی علی من له اولی
مسکة ۱۲ منہ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ (د م)

اسے یہ بات بھی رد کرتی ہے کہ علماء کی عبارات میں اشت
ہوتا ہے کہ فضائل اعمال اور ترغیب ایک شے نہیں،
ابن صلاح کے الفاظ یہ ہیں کہ فضائل اعمال اور ترغیب
ترغیب کے معاملات اور وہ چیزیں جن کا تعلق احکام
عقائد سے نہیں ہے یہ ماقیل کی وضاحت ہے اقول
(میں کہتا ہوں) بلکہ اس سے مراد وہ فضائل اعمال ہیں
جن کی شہادت علماء کا کلام دیتا ہے جو کہ ستر حوالے افادہ میں
گزارا مثلاً غنیہ، قاری اور سیوطی وغیرہ کے اقوال
اور یہ بات ہر اس شخص پر محض نہیں جس میں ادنیٰ سا
شعور ہو ۱۲ منہ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ (د ت)

سے انموذج العلوم للہدوائی

علی انی أقول اذن یرجع معنی العمل

بعد الاستقصاء التام الی ترجی اجر مخصوص
علی عمل منصوص ای یجوز العمل بشئ مستحب
معلوم الاستحباب مترجیا فیہ بعض خصوص
الثواب لورود حدیث ضعیف فی الباب فالأنت
نسألكم عن هذا الرجاء اهو كمثله بحديث صحيح
ان وردا منه وثمة الاول باطل فان صحة
الحديث بفعل لا يجبر ضعف ما ورد فی الثواب
المنصوص علیہ وعلی الثاني هذا القدر من
الرجاء يكفي فیہ الحدیث الضعیف فای حاجة
الی ورود صحيح بخصوص الفعل نعم لابد ان
یکون مما یجیز الشرع رجاء الثواب علیہ و
هذا حاصل بالاندر ارج تحت اصل مطلوب او
مباح مع قصد مندوب فقد استبان ان
الوجه مع المحقق الدواني والله تعالی اعلم۔

کے تحت اندراج کا یا مباح بقصد مندوب کا ثواب واضح ہو گیا کہ دلیل محقق دوانی کے ساتھ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

ثانیہما بعض من تقدم الدواني نرى
ان مراد النووي ای بما مر من كلامه فی الاربعین
والا فکارانه اذا ثبت حدیث صحیح او حسن فی
فضیلة عمل من الاعمال تجوز رواية الحدیث
الضعیف فی هذا الباب قال المحقق بعد نقله
فی الاثر ورجح لا یخفی ان هذا لا یرتبط بکلام النووي
فضلا عن انیکون مراده ذلك ، فکذب جواز
العمل واستجابہ وبن مجر نقل الحدیث
فرق، علی انه لو لم یثبت الحدیث الصحیح و

علاوہ ازیں میں کہتا ہوں اتنا سائے گفتگو کے بعد

اب عمل کا معنی عمل منصوص پر اجر مخصوص کی امید دلانا ہے
یعنی شئی مستحب جس کا استحباب واضح ہے پر عمل کرنا اور
اس میں خصوص ثواب کی امید کرنا جائز ہوگا اس لئے
کہ اس کے بارے میں حدیث ضعیف موجود ہے اب
ہم اس امید کے بارے میں تم سے پوچھتے ہیں کیا یہ اسی
رجاء کی مثل ہے جو حدیث صحیح کی وجہ سے ہوتی ہے اگر
وہ وارد ہو یا اس سے کم درجہ کی ہے پہلی صورت باطل ہے
کیونکہ صحت حدیث کسی ایسی روایت پر جابر نہیں
ہر سکتی جو کسی مخصوص ثواب کے بیان کے لیے وارد
ہو اور دوسری صورت میں اس قدر رجاء کے لیے حدیث
ضعیف ہی کافی ہے ثواب کسی مخصوص فعل کے لیے حدیث
صحیح کے وارد ہونے کی ضرورت نہ رہی، ہاں یہ بات ضروری
ہے کہ وہ فعل ایسے اعمال میں سے ہو کہ شریعت نے اس
پر ثواب کی امید دلائی ہو اور یہ حاصل ہے اصل مطلوب

ان میں سے دوسرے دوانی سے پہلے کے کچھ لوگ
ہیں جنہوں نے یہ گمان کیا کہ امام نووی نے اربعین اور
اذکار میں جو گفتگو کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ
جب کسی عمل کی فضیلت کے بارے میں حدیث صحیح یا
حسن ثابت ہو تو اس کے بارے میں حدیث ضعیف کا
روایت کرنا جائز ہے، محقق دوانی نے انہیں انہی العلوم
میں اسے نقل کرنے کے بعد کچھ معنی نہ رہے کہ اس علم کا
امام نووی کے کلام کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہو جائیگا یہ
انکی مراد ہو کیونکہ اکثر طور پر جواز علی استحباب عمل اور محض نقل حدیث

الحسن في فضيلة عمل من الاعمال يجوز نقل الحديث الضعيف فيها ، لا سيما مع التنبيه على ضعفه ومثل ذلك في كتب الحديث وغيره شائع يشهد به من تتبع ادنى تتبع اه
مثالیں کتب حدیث اور دیگر کتب میں کثیر ہیں اور اس بات پر ہر وہ شخص گواہ ہے جس نے اس کا محوڑا سا مطالعہ بھی کیا ہے (د)

اقول لا اری احد امن ينتهي الى العلم ينتهي في القيادة الى حد يعجز رايته الضعاف مطلقا حق مع بيان الضعف فان فيه خسقا لاجماع المسلمين و تاشيحا بينا لجميع المحدثين وانما المراد الرواية مع السكوت عن بيان الوهن فقول المحقق لا سيما مع التنبيه على ضعفه ، ليس في محله والآن نعود الى تزييف مقالته فنقول اولاً هذا الذي ابدى ان سلم و سلم لم يتمش الا في لفظ القبول كما اشرنا اليه سابقا ، فمجرد رواية حديث لو كان عملا به لزم ان يكون من روى حديثا في الصلاة فقد صلى اوفى الصوم فقد صام وهكذا مع ان الواقع في كلام الامام في كلا الكتابين انما هو لفظ العمل وهذا ما اشار اليه الدواني بقوله ان هذا لا يرتبط الا

کے درمیان فرق ہوتا ہے ، علاوہ ازیں اگر کسی عمل کی فضیلت میں حدیث صحیح یا حسن ثابت نہ بھی ہو تب بھی اس میں حدیث ضعیف کا روایت کرنا جائز ہے ، خصوصاً اس تنبیہ کے ساتھ نقل کرنا کہ یہ ضعیف ہے اور اس کی مثالیں کتب حدیث اور دیگر کتب میں کثیر ہیں اور اس بات پر ہر وہ شخص گواہ ہے جس نے اس کا محوڑا سا مطالعہ بھی کیا ہے (د)

اقول میں ایسے کسی اہل علم کو نہیں جانتا جو غبار کے اس درجہ پر پہنچ چکا ہو کہ حدیث ضعیف کا ضعف بیان کرنے کے باوجود اس کی روایت کو مطلقاً محال تصور کرتا ہو کیونکہ اس میں اجماع مسلمین کی مخالفت ہے اور واضح طور پر تمام محدثین کو گناہ کا مرتکب قرار دینا ہے لہذا مراد یہ ہے کہ ضعف بیان کیے بغیر روایت حدیث ہو تو درست ، لہذا محقق دوانی کا قول لا سيما مع التنبيه على ضعفه ، بحسب نہیں۔ اب ہم اس کے قول کی کمزوری کے بیان کی طرف لوٹتے ہیں اولاً اگر یہ بیان کردہ قول اگر صحیح ہو اور اسے درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر قبول حدیث ہی اس سے مراد ہوگا جیسا کہ ہم پہلے اشارہ کر آئے ہیں کیونکہ اگر محض روایت کا نام ہی عمل ہو تو لازم آئے گا کہ وہ شخص جس نے نماز کے بارے میں حدیث روایت کی اس نے نماز بھی ادا کی یا اس طرح روزے کے بارے میں روایت کر کے نہ تو اپنے روزہ بھی رکھا ہو ، باوجود اس کے امام نووی کی دونوں کتب میں لفظ عمل ہے اور اسی کی طرف محقق دوانی نے اشارہ کرتے ہوئے کہا ان هذا لا يرتبط الا

ثانیاً میں کہتا ہوں کہ ہم صحیحے بیان کر آئے ہیں کہ قبول کا مرجع جوازِ عمل ہے تو اب اس کے ابطال کے لئے خامس سے ہماری مذکورہ دلیل مع مذکور گشتگو کے کافی ہے۔

ثالثاً اب حاصل فرق یہ ہو گا کہ احکام کے بارے میں حدیث ضعیف کی روایت حسبِ رُتبہ نہیں اگرچہ اس خصوصی مسئلہ کے بارے میں حدیث صحیح موجود ہو مگر صرف اس صورت میں جائز ہے جب اس کا ضعف بیان کر دیا جائے مگر احکام کے علاوہ فضائل میں اگر اس خصوصی مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح پائی جائے تو ضعیف کی روایت جائز ہے اگر حدیث صحیح نہ ہو تو جائز نہیں مگر بیان ضعف کے ساتھ جائز ہے اپن ہزار ہا کتب کا کیا بنے گا جن میں ایسی احادیث ضعیفہ مردی ہیں جریسہ، واقعات، وعظ، ترغیبِ ترمذی، فضائل اور باقی حدیثیں جن کا تعلق عقیدہ اور احکام سے نہیں اس کے ساتھ ساتھ خاص اس مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح بھی موجود نہ ہو اور ضعیف حدیث کا ضعف بھی بیان نہ کیا گیا ہو یہ وہ ہے جس کی طرف دوائی نے علاوہ کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔

اقول ان مسانید کی وسعت کو چھوڑیے جو صحابی سے روایات بیان کرتی ہیں اور معاجم جو شیخ سے محفوظ شدہ احادیث کی حفاظت کرتی ہیں بلکہ جوامع جو ہی باب میں وارد شدہ احادیث میل علی قسم کی روایات جمع کرتی ہیں اگرچہ سند صحیح نہ ہو مثلاً حبیب بن عظیم ہارثی صحیح میں کہتے ہیں میں علی بن عبد اللہ بن جعفر نے حدیث بیان کی، میں معن بن عیسیٰ نے حدیث بیان کی میں ابن عباس بن سهل نے اپنے باپ سے اپنے دادا سے حدیث بیان کی اور

وثانیاً اقول قد بینا ان القبول انما مرجعه الى جواز العمل وحیث یکنی فی ابطاله دلیلنا المذكور خامساً مع ما تقدم۔

وثالثاً اذن یكون حاصل التفرقة ان الاحکام لا یجوز فیہا رواية الضعفاء اصلاً ولوجود فی خصوص الباب حدیث صحیح اللهم الا مقرونة ببيان الضعف اما ما دونها كالفضائل فتجوز اذا صح حدیث فیہ بخصوصه والا لا ببيان وح ما ذال یصنع بالوف مؤلفه من احادیث مضعفة رویت فی السیر والقصص والمواعظ والترغیب والفضائل والترہیب وسائر ما لا تعلق له بالعقد والحکم مع فقد ان الصحیح فی خصوص الباب وعدم الاقتران ببيان الوهن وهذا ما اشار الیه الدوائی بالعلوہ۔

اقول دع عنك توسع المسانید التي تسند كل ما جاء عن صحابي، والمعاجم التي توعی كل ما وعی عن شیخ، بل والجوامع التي تجمع امثال ما في الباب ورده ان لو يكن صحيح السند بهذا الجبل الشامخ البخاري يقول في صحيحه حدثنا علي بن عبد الله بن جعفر ثنا معن بن عيسى ثنا ابي بن عباس بن سهل عن ابيه عن جده

قال كان للنسبي صلى الله تعالى عليه وسلم في
حائطنا قرس يقال له اللحيث ^ع في تذهيب
التذهيب للذهبي ابى بن عباس بن سهل بن
سعد الساعدي المدني عن ابيه وابى بكر بن
حزم وعنه معن القراني وابن ابى فديك وزيد
بن الحباب وجماعة قال الدوكاني ليس
بالقوي قلت وضعفه ابن معين وقال احمد
منكر الحديث اه وكقول الدوكاني قال النسائي
كما في الميزان ولم ينقل في الكتابين توثيقه عن
احد وبه ضعف الدارقطني هذا الحديث لاجرم
ان قاله حافظ فيه ضعف قال ماله في البخاري
غير حديث واحد اه قلت فانما الظن بابي
عبد الله انه انما تساهل لان الحديث

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہمارے ہمارے باغ
میں ایک گھوڑا تھا جس کا نام لحيث تھا اح
امام ذہبی نے تذهيب التذهيب میں لکھا کہ ابی بن عباس
بن سهل بن سعد الساعدي مدنی نے اپنے والد القراني اور
ابو بکر بن حزم سے روایت کیا اور ان سے معن القراني،
ابن ابی فديك، زید بن الحباب اور ایک جماعت نے
روایت کیا، دولاہی کہتے ہیں کہ یہ قوی نہیں۔ میں کہتا
ہوں اسے ابن معین نے ضعیف کہا اور امام احمد کے
نزدیک یہ منکر الحدیث ہے اور میزان میں ہے نسائی کا
قول دولاہی کی طرح ہی ہے اور دونوں کتب میں اس
کے بارے میں کسی کی توثیق منقول نہیں، دارقطنی نے
اسی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا۔ لاجرم
حافظ نے کہا ہے کہ اس میں ضعف ہے اور کہا کہ

عنه قلت واما اخوه المهيم فاضعف واضعف
ضعفه النسائي والد ارقطني وقال البخاري منكر
الحديث اي فلا تحل الرواية عنه كما مر لاجرم ان
قال الذهبي في اخيه ابى انه وا ۱۲۵۰ رضى الله تعالى
عنه - (م)

میں کہتا ہوں اس کا بھائی عبد المہیم ہے اور وہ
اضعف الضعاف ہے اسے نسائی اور دارقطنی نے
ضعیف کہا، بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا یعنی اس سے
روایت کرنا جائز نہیں جیسا کہ گزرا لاجرم ذہبی نے اسے اس کے
بھائی ابی کے بارے میں کہا کہ وہ نہایت ہی کمزور ہے (تسا)

۱/۴۰۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۱/۶۲ مکتبہ اثریہ سنگم مل
۱/۶۸ دارالمعرفۃ بیروت
نوٹ: تذهيب التذهيب نہ ملنے کی وجہ سے اس کے خلاصے اور میزان الاعتدال دو کتابوں سے نقل کیا ہے۔
۱۷ ص تقریب التہذیب ذکر من اسمہ ابی
مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی

لیس من باب الاحکام واللہ تعالیٰ اعلم۔

نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابو عبد اللہ کے بارے میں گمان ہے کہ انہوں نے تساہل سے کام لیا، کیونکہ اس حدیث کا تعلق احکام سے نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

ورابعا اقول قد شاع وذاع ایراد الضعاف فی المتابعات والشواہد فالقول بمنعہ فی الاحکام مطلقا وان وجد الصحيح باطل صریح وح یرتفع الفرق وینہدم اساس المسئلة المجموع علیہا بین علماء المغرب والشرق، لا اقول عن هذا وذاك بل عن هذین الجبلین الثانیین صحیحی الشیخین فقد تنزلا کثیرا عن شرطہما فی غیر الاصول قال الامام النووی فی مقدمۃ شرحہ لصحیح مسلم عاب عابون مسلما رحمہ اللہ تعالیٰ بروایتہ فی صحیحہ عن جماعة من الضعفاء والمتوسطین الواقعین فی الطبقة الثانیة الذین لیسوا من شرط الصحیح ولا عیب علیہ فی ذلك بل جوابہ من اوجہ ذکرہ الشیخ الامام ابو عمر وابن الصلاح (الایات قال) الثانی انیکون ذلك واقعا فی المتابعات والشواہد لا فی الاصول وذلك بان یدکر الحدیث او لا باسناد فطیف رجالہ ثقات ویجعلہ اصلا ثم اتبعہ باسناد اخر او اسانید فیہا بعض الضعفاء علی وجہ التکید بالمتابعة اولزیادة فیہ تنبیہ علی فائدة فیاقد مہ وقد اعتذر المحاکم ابو عبد اللہ بالمتابعة والاستشہاد فی اخراجه من جماعة لیسو من شرط

بخاری میں اس ایک حدیث کے علاوہ اس کی کوئی حدیث

رابعا میں کہتا ہوں کہ متابع اور شواہد میں احادیث ضعیفہ کا ایراد شائع اور مشہور ہے لہذا حدیث صحیح کی موجودگی میں احکام کے بارے میں حدیث ضعیف کے مطلقا روایت کرنے کو منع کرنا صریحا باطل ہے، اور اس صریح میں فرق ترفع ہو جاتا ہے اور اس مسئلہ کی اساس جس پر علماء مشرق ومغرب اتفاق ہے گزر ختم ہو جاتی ہے یہ میں اس یا اس (یعنی عام آدمی) کی بات نہیں کرتا بلکہ علم حدیث کے دو بلند اور مضبوط پسڑ بخاری ومسلم کی صحیحین پر وہ اصول کھلاوہ میں اپنے شرائط سے بہت زیادہ تنزل میں آگئیں، امام نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں فرمایا کہ عیب لگانے والوں نے مسلم رحمۃ اللہ علیہ پر یہ طعن کیا کہ انہوں نے اپنی کتاب میں بہت سے ضعیف اور متوسط راویوں سے روایت لی ہے جو دوسرے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور صحیح کی شرط پر نہیں، حالانکہ اس معاملہ میں ان پر کوئی طعن نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا کئی طریقوں سے جواب دیا گیا ہے جنہیں امام ابو عمر وابن صلاح نے ذکر کیا (یہاں تک کہ کہا) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بات ان روایات میں ہے جنہیں بطور متابع اور شواہد ذکر کیا گیا ہے اصول میں ایسا نہیں کیلئے اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک ایسی حدیث ذکر کی جس کی سند درست ہو اور تمام راوی ثقہ ہوں اور اس حدیث کو اصل قرار دے کر اس کے

الصحيح منهم مطر الوراق وبقية بن الوليد
ومحمد بن اسحاق بن يسار وعبد الله بن عمر
العمرى والنعمان بن راشد (الخروج مسلم عنهم
في الشواهد في اشباه لهم كثيرين انتهى) وقال
امام البدر محمود العيني في مقدمة عمدة
النقارى شرح صحيح البخارى يدخل في المتابعة
والاستشهاد رواية بعض الضعفاء وفي الصحيح
جماعة منهم ذكروا في المتابعات والشواهد

بعد بطور تابع ایک اور سند یا متعدد اسناد ایسی ذکر کی جائیں
جن میں بعض راوی ضعیف ہوں تاکہ متابعت کے ساتھ
تاکید ہو یا کسی اور مذکور فائدے پر تنبیہ کا اضافہ منظور
ہو، امام حاکم ابو عبد اللہ نے عذر پیش کرتے ہوئے یہی کہا
ہے کہ جن میں صحیح کی شرط نہیں ان کو بطور تابع اور شاہد
روایت کیا گیا ہے، اور ان روایت کرنے والوں میں
یہ محدثین ہیں مطر الوراق، بقیۃ بن الولید، محمد بن اسحق بن
یسار، عبد اللہ بن عمر العمری اور نعمان بن راشد،
امام مسلم نے ان سے شواہد کے طور پر متعدد روایات تخریج کی ہیں انتہی۔ امام بدر الدین عینی نے مقدمہ عمدة النصارى
شرح صحیح بخاری میں تحریر کیا ہے کہ توابع اور شواہد میں بعض ضعفاء کی روایات بھی آئی ہیں اور صحیح میں ایک جماعت
محدثین نے توابع اور شواہد کے طور پر ایسی روایات ذکر کی ہیں (د)

و خامسا أقول ما لا يخص الكلام

بغير الاصول هذه قناطير مقنطرة من السقام
مروية في الاصول والاحكام ان لم تروها العطاء
فمن جاء بها وكفر منهم التزموا بيان ما هنا
اما الرواة فلم يعهد منهم الرواية المقرونة
بالبيان اللهم الا نادرا لداع خاص، وقد اكثروا
قديمًا وحديثًا من الرواية عن الضعفاء و
المجاهيل ولم يعد ذلك قد حافهم ولا ادكاب
ما ثم وهذا سليمان بن عبد الرحمن المدمشقي
الحافظ شيخ البخارى ومن رجال صحيحه
قال فيه الامام ابو حاتم صدوق الا انه من

خامسا ضعیف اور منسوط راوی کی روایت کی بات
صرف غیر اصول و شواہد متابعت سے محتض کرنے کی مجھے کیا
ضرورت، جبکہ کمزور (غیر صحیح روایات) کا یہاں تک ذخیرہ ہے جو
اصول و احکام میں مردی ہے اگر علماء ہی ان کو ذکر نہ کریں تو کون
ذکر کریگا اور بہت کم ہیں جنہوں نے یہاں اس بات کا التزام
کیا، رہا معاملہ راویوں کا تو ان کے ہاں روایت کے ساتھ
بیان کا طریقہ معروف نہیں، البتہ کسی خاص ضرورت کے تقاضے
کے پیش نظر بیان بھی کر دیا جائے گا اور ان میں سلفا و خلفا یہ
معمول ہے کہ ضعیف اور مجہول راویوں سے روایت بیان
کرتے ہیں اور اس بات کو ان میں طعن و گناہ شمار نہیں کیا جاتا
دیکھتے سلطان بن عبد الرحمن دمشقی جو حافظ ہیں اور امام بخاری کے استاد
ہیں اور صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں ان کے بارے میں

اروى الناس عن الضعفاء والمجهولين
ولو سرت اسماء الثقات المرواة عن
المجروحين بكثرة وطال فليس منهم من
التزم ان لا يحدث الا عن ثقة عنده
الا نزل قليل كشعبة ومالك واحمد في
المسند ومن شاء الله تعالى واحدا
بعد واحد ثم هذا ان كانت ففى
شيء عنهم خاصية لا من فوقهم و
الاسما اق من طريقهم ضعيف اصلا
ولكان محجود وقومهم فى السند دليل
الصحة عندهم اذا صح السند اليهم
ولم يشب هذا الا هذا وهذا الامام
الهام يقول لا ينسب عبد الله
لوارثات ان اقتصر على ما صح
عنه لوارث ومن هذا
السند الا الشئ بعد الشئ
ولكنك يا بنى تعرف طريقى فى
الحديث اف لا اخالف ما يضعف
الا اذا كانت فى الباب شئ يدفعه
ذكره فى فتح المغيبيات واما المصنفون

عنه او اخر القم الثانى الحسن ۱۲ منہ (م)

امام ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ صدوق ہے اگرچہ ان لوگوں میں
سے ہے جو ضعیف اور مجہول راویوں سے بہت زیادہ
روایت کرنے والے ہیں اہ اگر میں ان ثقہ محدثین کے
نام شمار کروں جنہوں نے مجروح راویوں سے روایت
کی ہے تو یہ داستان طویل ہو اور ان میں کوئی ایسا
شخص نہیں ملتا جس نے یہ التزام کیا ہو کہ وہ اسی سے
روایت کرے گا جو اس کے نزدیک ثقہ ہو مگر بہت کم محدثین
مثلاً شعبہ، امام مالک اور احمد نے مسند میں اور کوئی
اکاؤ کا جس کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی، پھر ان کے
ہاں بھی معاملہ ان کے اپنے شیوخ تک ہی ہے اس
اوپر نہیں ورنہ ان کی سند سے کوئی ضعیف حدیث مروی
نہ ہوتی اور محدثین کے ہاں ان میں سے کسی کا سند میں
آجنا صحت حدیث کے لیے کافی ہوتا ہے جبکہ صحت کے
ساتھ سند ان تک پہنچی ہو حالانکہ یہ بات کسی ایک
کے لیے بھی ثابت نہیں، یہ امام احمد اپنے بیٹے عبد اللہ کو
فرماتے ہیں: اگر میں اس بات کا ارادہ کرتا کہ میں ان ہی
احادیث کی روایت پر اکتفا کروں گا جو میرے ہاں صحیح
ہیں تو پھر اس سند میں بہت کم احادیث روایت کرتا
مگر اے میرے بیٹے! تو روایت حدیث میں میرے طریقے سے
آگاہ ہے کہ میں حدیث ضعیف کی مخالفت نہیں کرتا
مگر جب اس باب میں مجھے کوئی ایسی شئی مل جائے جو اسے

زور کرے یہ فتح الغیث میں مذکور ہے، باقی رہیں محدثین کی
تصنیفات تو اگر آپ امثال المکتب بخاری و مسلم اور ترمذی
تینوں کتابوں کو سے تجاوز کریں جنہوں نے صحت بیان کا التزام کر رکھا

تو آپ اکثر مسانید، معاجم، سنن، جوامع اور اجزا
کے ہر باب میں ہر قسم کی احادیث بغیر بیان کے
پائیں گے اس بات کا انکار جاہل یا متجاہل ہی کر سکتا ہے اور
اگر کوئی دعویٰ کرے کہ محدثین کے ہاں یہ جائز نہیں تو یہ
ان کی طرف ایسی بات کی نسبت کرنا ہے جس سے لازم
آتا ہے کہ ایسا عمل کہتے ہیں جسے وہ جائز نہ سمجھتے تھے اور
اگر کوئی یہ زعم رکھتا ہو کہ وہ ایسا نہیں کرتے تو ان کا عمل
اس کے برخلاف خود شاہد ہے، امام ابو داؤد
کو ہی نیچے ان کے لیے حدیث اسی طرح آسان کر دی گئی جس طرح
حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا نرم ہو جاتا تھا،
ہن مکر شرفنا اللہ تعالیٰ کی طرف خط میں لکھا میری کتاب
(سنن ابی داؤد) میں جن بعض احادیث کے اندر نہایت سخت
قسم کا ضعف ہے اس کو میں نے بیان کر دیا ہے، اور بعض
ایسی ہیں کہ ان کی سند صحیح نہیں اور جس کے بارے میں میں
کچھ ذکر نہ کروں وہ استدلال کے لیے صالح ہیں اور بعض احادیث
دوسری بعض کے اعتبار سے اصح ہیں اور صحیح وہ ہے جس کا
امام حافظ نے افادہ فرمایا ہے کہ ابو داؤد کے کلام میں لفظ صالح
استدلال اور اعتبار دونوں کو شامل ہے، پس جو حدیث صحت
پھر حسن کے درجہ پر پہنچے وہ معنی اول کے لحاظ صالح ہے اور جو
ان دونوں کے علاوہ ہے وہ معنی ثانی کے لحاظ سے صالح ہے

فاذا اعدت امثال المکتب الثلاثة للبخاری
ومسلم والترمذی ممن التزم الصحة
والبيان الفيت عامة المسانيد والمعاجم
والسنن والجوامع والاجزاء تنطوي في
كل باب على كل نوع من انواع الحديث
من دون بيان، وهذا مما لا ينكره
الاجاهل او متجاهل فان ادعى مدع انهم
لا يستحلون ذلك فقد نسبهم الى افتحام
ماليه ببيحون وان ترعم تراعم انهم
لا يفعلون ذلك فهم بصنيعهم على خلفه
شاهدون وهذا ابو داود الذي الين له الحديث
كما الين لداود عليه الصلاة والسلام
المديد، قال في رسالته الى اهل مكة شرفها الله
تعالى ان ما كان في كتابي من حديث فيه وهن
شديد فقد بينته ومنه ما لا يصح سنده و
ما لا ذكر فيه شيئا فهو صالح وبعضها اصح
من بعض اه والصحيح ما افاده الامام الحافظ
ان لفظ صالح في كلامه اعم من ان يكون للاحتجاج
اولا اعتبارا فما ارتقى الى الصحة ثم الى الحسن
فهو بالمعنى الاول وما عداهما فهو بالمعنى
الثاني وما قصر عن ذلك فهو الذي في
وهن شديد وهذا الذي يشهد به

الواقع فعلیک به وان قیل وقیل وقد نقل عن اعلام
سیرو النبلہ للذهبی ان ما ضعف اسنادہ لنقص

عنه ای قیل حسن عنده واختاره الامام المنذری
وبه جزم ابن الصلاح فی مقدمته وتبعه الامام
النووی فی التقریب ای وقد لا یكون حسناً عند غیرہ
کما فی ابن الصلاح وقیل صحیح عندہ ومشی علیہ
الامام الزیلعی فی نصب الراية عند ذکر حدیث الثقلین
وتبعه العلامة حلبی فی الغنیة فی فصل فی
التوافل وكذلك یقال ههنا انه قد لا یصح عند
غیرہ بل ولا یحسن اما الامام ابن الصلاح فی الفتح
اول الكتاب وتلمیذہ فی المحلیة قیل صفة الصلاة
فاقتصر علی الحجة وهی تشبهها فی نصب من
قول من قال حسن وهذا الذی ذکره الحافظ متبعه
فیہ العلامة القسطلانی فی مقدمة الارشاد و
خاتم الحفاظ فی التذیب فی فروع فی الحسن قال
لکن ذکر ابن کثیر انه روی عنه ما سکت عنه فیرحمہ
فان صح ذلك فلا إشکال اھ اقول نقائل ان یقول
ان الحسن اطلاقاً وان القدماء قل ما ذکر وہ و
انما الترمذی هو الذی شہرہ وامرہ فاید مریتا
انه ان صح عنه ذلك لم یروہ الا هذا لا الذی
استقر علیہ الاصطلاح فافہم واللہ تعالیٰ
اعلم ۱۲ منہ (م)

اور جو اس سے بھی کم درجہ پر ہے وہ ایسی ہوگی جس میں ضعف
شدید اور نفس الامر اس پر شاہد ہے اور کچھ پر بھی لازم ہے
اگرچہ قیل کے طور پر کہا گیا ہے۔

یعنی بعض نے کہا کہ اس کے نزدیک وہ حسن ہے، اسے
امام منذری نے اختیار کیا، اسی پر ابن صلاح نے مقدمہ
میں جزم کیا اور امام نووی نے تقریب میں اسی کی اتباع کی
یعنی کبھی اس کے غیر کے ہاں وہ حسن نہیں ہوتی جیسے کہ
مقدمہ ابن صلاح میں ہے، اور بعض نے کہا کہ اس کے
نزدیک وہ صحیح ہے، امام زیلعی نصب الراية میں قنیتین والی
حدیث کے ذکر میں اسی پر چلے ہیں۔ اور علامہ حلبی نے
غنیۃ المستمل کی فصل فی التوافل میں اسی کی اتباع کی ہے
اور اسی طرح یہاں کہا جائے گا یعنی کبھی اس کے غیر
کے ہاں وہ صحیح نہیں بلکہ حسن بھی نہیں ہوتی۔ امام ابن ہمام
نے فتح القدر پر ابتدائے کتاب میں ان کے شاگرد نے
حلیۃ المحلی میں صفة الصلوۃ سے تھوڑا پہلے اس کے صحیح
ہونے پر اقصاء کیا ہے اور یہ بات ان دونوں اقوال کو
شامل ہے پس یہ اس کے قول کے قریب ہے جس نے
کہا وہ حسن ہے یہ ہے جس کا ذکر حافظ نے کیا ہے اور فقہ
ارشاد الساری میں علامہ قسطلانی نے اسی کی اتباع کی ہے
اور تدریب میں خاتم الحفاظ نے بیان فروع فی الحسن،
لیکن ابن کثیر نے کہا کہ ان سے کچھ جس پر انہوں نے
سکوت کیا، وہ حسن ہے۔ پس اگر یہ صحیح ہو تو کوئی اشکال
باقی نہیں رہتا اھ اقول (میں کہتا ہوں) کوئی یہ کہہ سکتا

ہے کہ حسن کے تو مختلف اطلاقات ہیں بہت کم قدام نے اس کا ذکر کیا ہے صرف امام ترمذی نے اس کو شہرت دی اور اس
کا اجراء کیا، پس اللہ رب العزت نے ہماری تائید فرمائی کہ اگر ان سے یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہو جائے تو انہوں نے
اس سے بھی مراد لی ہے نہ وہ جس پر اصطلاح قائم ہو چکی ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (ت)

حفظ راویہ فمثل هذا ایکت عنه ابو داود وغالباً الخ
و معلوم ان کتاب ابی داود انما موضوعه الاحکام
وقد قال فی رسالته انما لم اصنف کتاب السنن
الا فی الاحکام ولم اصنف فی الزهد و فضائل
الاعمال وغیرھا الخ وقال الشمس محمد بن الخوافی
فی فتح المغیث اما حمل ابن سید الناس فی شرحه
للترمذی قول السلفی علی ما لم یقع التصریح
فیہ من مخرجھا وغیرہ بالضعف فیه تقضی کما
قال الشارح فی التکبیر ان ما کان فی الکتب الخمسة
مسکوتاً عنه ولم یصرح بضعفه ان ینکون صحیحاً و
لیس هذا الاطلاق بحجیحاً بل فی کتب السنن احادیث لم یتکلم فیھا
الترمذی و ابو داود ولم تجد لغيرهم فیها کلاماً و
مع ذلك فهي ضعيفة لله وقال فی السراقة الحق
ان فیہ "ای فی مسند الامام الحمد رضی اللہ
تعالیٰ عنه" احادیث کثیرة ضعیفة و بعضها
اشد فی الضعف من بعض الخ و نقل بعیدہ
عن شیخ الاسلام الحافظ انه قال
لیست الاحادیث الزائدة فیہ علی
ما فی الصحیحین باکثر ضعف من
الاحادیث الزائدة فی سنن ابی داود

اور امام ذہبی کی اعلام سیر النبلاء سے منقول ہے کہ جس حدیث
کی سند ضعیف اسکے راوی کا حفظ ناقص ہونے کی وجہ سے ہو تو
ایسی حدیث کے بارے میں ابو داود سکوت اختیار کرتے ہیں
اور یہ بات معلوم ہے کہ ابو داود و شریعت کا موضوع احکام ہیں
کیونکہ انہوں نے اپنے رسائل میں یہ بات کہی ہے میں نے یہ کتاب
احکام ہی کے لیے لکھی ہے زہد اور فضائل اعمال وغیرہ کے لیے
نہیں اور کس محمد بن الخوافی نے فتح المغیث میں بیان کیا ہے
کہ ابن سید الناس نے اپنی شرح ترمذی میں قول سلفی کو ایسی
حدیث پر محمول کیا ہے جس کے بارے میں اس کے مخرج وغیرہ
کی ضعف کے ساتھ تصریح واقع نہیں ہوئی پس اس کا
آپنا اضافہ جیسا کہ شارح نے تحریر کیا کہ کتب خمسہ میں جس
حدیث پر سکوت اختیار کیا گیا ہو اور اس کے ضعف کی
تصریح نہ کی گئی ہو وہ صحیح ہوگی حالانکہ اطلاق صحیح نہیں کیونکہ
کتب سنن میں ایسی احادیث موجود ہیں جن پر ترمذی یا

ابو داود نے کلام نہیں کیا اور نہ ہی کسی غیر نے ہمارے علم کے
مطابق ان میں گفتگو کی ہے اسکے باوجود وہ احادیث ضعیف ہیں
اور مرقات میں فرمایا احمیہ ہے کہ اس میں مسند احمد رضی اللہ
تعالیٰ عنہ میں بہت سی احادیث ایسی ہیں جو ضعیف ہیں
اور بعض دوسری بعض کے اعتبار سے زیادہ ضعیف ہیں الخ
اور تھوڑا سا اس کے بعد شیخ الاسلام حافظ سے نقل کیا کہ
اس میں (یعنی مسند احمد بن حنبل میں صحیحین پر جو زائد احادیث

سیر اعلام النبلاء ترجمہ علی ابو داود بن اشعث

مطبوعہ مؤسستہ الرسالۃ بیروت ۱۳/ ۲۱۲

سے رسائل سنن ابی داود الفصل الثانی فی الامور التي تتعلق بالکتاب مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۵/ ۱

سے فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث للسخاوی القسم الثانی المحصر دارالامام الطبری بیروت ۱۰۰/ ۱۰۱

سے مرقات شرح مشکوٰۃ المصابیح شرط البخاری و سلم الذی التزمہ الخ مطبوعہ مکتبہ امداد عمان ۲۳/ ۱

والترمذی علیہا وبالجملة فالسبیل واحد
لمن اراد الاحتجاج بحديث من السنن
لا سيما سنن ابن ماجه و مصنف ابن ابی شیبہ
وعبد الوراق مع الامرفیه اشد او بحديث
من المسانید لان هذه كلها لم یشرط جامعوها
الصحة والحسن وتلك السبیل ان المحتج
ان كان اهلا للنقل والتصحيح فليس له ان
يعتبر بشئ من القسمین حتی یحیط به وان
لم یکن اهلا لذلك فان وجد اهلا لتصحيح
او تحسین قلده والا فلا یقدم علی
الاحتجاج فیکون کحاطب لیل قلعه یحتج
بالباطل وهو لا یشرأه وقال الامام
عثمن الشمری فی علوم
الحديث حکى ابو عبد الله بن منده
المحافظ انه سمع محمد بن سعد
الباوردی بمصر یقول کانت من
مذهب ابی عبد الرحمن النسائی
ان ینخرج عن کل من لم یجمع
علی ترکہ وقال ابن منده وكذلك
ابو داود السجستانی یاخذ ما خذه
ویخرج الاسناد الضعیف اذا لم
یجد فی الباب غیره لانه اقوی عنده
من رای الرجال اھ وفيها بعیدہ ثم

ہیں وہ سنن ابی داؤد اور ترمذی میں صحیحین پر زائد احادیث
سے زیادہ ضعیف نہیں ہیں۔ الغرض راستہ ایک ہی ہے
اس شخص کے لیے جو احادیث سنن سے استدلال کرنا
چاہتا ہے خصوصاً سنن ابن ماجہ، مصنف ابن ابی شیبہ
اور مصنف عبد الرزاق۔ کیونکہ ان میں سے بعض کا معاملہ سخت
ہے یا استدلال ان احادیث سے جو مسانید میں ہیں کیونکہ
ان کے جامعین نے صحت و حسن کی کوئی شرط نہیں رکھی اور
وہ راستہ یہ ہے کہ استدلال کرنے والا اگر نقل و تصحیح کا اہل ہے
تو اس کے لیے ان سے استدلال کرنا اس وقت درست
ہوگا جب ہر لحاظ سے دیکھ پرکھ لے اور اگر وہ اس بات کا
اہل نہیں تو اگر ایسا شخص پائے جو تصحیح و تحسین کا اہل ہے
تو اس کی تقلید کرے اور اگر ایسا شخص نہ پائے تو وہ
استدلال کے لیے قدم نہ اٹھائے ورنہ وہ رات کو ٹکڑیاں
اکٹھی کرنے والے کی طرح ہوگا، ہو سکتا ہے وہ باطل کے
ساتھ استدلال کر لے اور اسے اس کا شعور نہ ہو اور
امام عثمان شہروری نے علوم الحدیث میں فرمایا: ابو عبد الله
بن منده عاقل نے بیان کیا کہ انہوں نے مصر میں محمد بن سعد
باوردی سے یہ کہتے ہوئے سنا "ابو عبد الرحمن نسائی کا
مذہب یہ ہے کہ ہر اس شخص سے حدیث کی تخریج کرتے
ہیں جس کے ترک پر اجماع نہ ہو اور ابن منده نے کہا،
اسی طرح ابو داؤد سجستانی اس کے مانع کو لیتے اور سند
ضعیف کی تخریج کرتے ہیں جبکہ اس باب میں اس کے
علاوہ کوئی دوسری چیز موجود ہو کیونکہ ان کے نزدیک لوگوں کی

کثيرة نرائدة على اصله وفيها الصحيح
والحسن بل والضعيف ايضا فينبغي التحرز
في الحكم عليها ايضا اه نصوص العلماء في
هذا الباب كثيرة جدا وما اوردا كاف في
ابانة ما قصدنا وبالجملۃ فروايتهم الضعاف
من دون بيان في كل باب وان لم
يوجد الصحيح معلوم مقرر لا يرد ولا ينكر
وانما اطيننا ههنا لما شئنا خلافا من
كلمات بعض المجلة، والمحمد لله
على كشف الغمة وتبئيت القدم
في الزلة فاستبان ان لو كان السواد
ما نرحم هذا الذي نقلنا قوله لكانت
التفرقة بين الاحكام والضعاف
قد انعدمت والمسألة الاجماعية
من اساسها قد انهت مت
هذا الوجه ولك ان تسلك مسلك
ارضاء العنان وتقول على وجه التحقيق
ان الحكم الذي رويت فيه الضعاف مطلقة هل
يوجد فيه صحيح ام لا فان وجد فقد
مروا والضعيف ساكتين في الاحكام ايضا
عند وجود الصحيح فابن الفرق
وان لم يوجد فالامر اشد فالت
التجأ ملتج الى انهم يعدون سوق الاسانييد

استخراج کرتے ہوئے اصل پر بہت کچھ زائد احادیث
نقل کی ہیں ان میں صحیح، حسن بلکہ ضعیف بھی ہیں لہذا ان پر
حکم لگانے سے خرب احتراز و احتیاط چاہئے اور
علماء کی تصریحات اس معاملہ میں بہت زیادہ ہیں اور
جرم نے نقل کر دی ہیں ہمارے مقصود کو واضح کرنے
کے لیے کافی ہیں، الغرض محدثین نے ضعیف احادیث بغیر نشانہ
کے ہر مسئلہ میں ذکر کی ہیں اگرچہ اس مسئلہ میں کوئی صحیح حدیث
نہ پائی گئی ہو اور یہ بات معلوم و مسلم ہے نہ اسے رد
کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کا انکار ممکن ہے۔ ہم نے
یہ طویل گفتگو اس لیے کر دی ہے کہ بعض بزرگوں کے
کلام سے ہم نے اس کے فہم محسوس کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ
کے لیے ہی حمد ہے جس نے تائید کی دُر کر دی اور پھیلنے کے
مقام پر ثابت قدم رکھا پس اب یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر
ان کی مراد وہی جرم ہے ان کا قول نقل کیا تو پھر احکام اور ضعاف
کے درمیان تفریق ختم ہو گئی اور اجماعی مسئلہ کی بنیاد منہدم
ہو گئی ایک تو یہ ترجیح ہے اور ایک سری آسان راہ اختیار کرتے
ہوئے علی وجہ التسلق یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ حکم جس کے
بارے میں مطلقاً ضعیف حدیثیں مری ہوئی کیا جائیں گی اس میں کوئی
صحیح حدیث پائی جاتی ہے لہذا صحیح پائی جائے تو لازم آتا کہ
انہوں نے حدیث ضعیف احکام میں بھی صحیح کے ہوتے
ہوئے سکو تا روایت کی ہے تو اب فرق کہاں ہے؟
اور اگر موجود نہ ہو تو معاملہ اس سے بھی زیادہ شدید ہے
اگر معترض یہ کہہ دے کہ محدثین سوق سند کو ہی بیان

من البيان اى فلم يوجد منهم رواية الضعاف في الاحكام المأقرونة؛
 قرار دیتے ہیں، پس اس صورت میں احکام میں ضعیف حدیثوں کی روایت سکوتاً نہ ہوگی بلکہ بیان کھاساتہ ہوگی تو اسکے جواب میں :

قلت اولاً هذا شئ قد يبدي به بعض العلماء عذراً ممن روى الموضوعات ساكتاً عليها ثم هم لا يقبلون - قال الذهبي في الميزان كلام ابن مندة في ابى نعيم فظيع لا احب حكايته ولا قبل قول كل منهما في الآخر بل هما عندي مقبولان لا اعلم لهما ذنباً اكبر من روايتهما الموضوعات ساكتين عنهما اه وقد قال العراقي في شرح الفيتحة انت من ابوز اسناداه منهم فهو البسط لعذره اذا حال ناظر على الكشف عن سنده وانكاف لا يجوز لـ السكوت عليه اه

ثانياً لا يعهد منهم ايراد الاحاديث من اى باب كانت الامسدة فهذا البيان لم تنفك عنه احاديث الفضائل ايضاً فهاذا تساهلوا في هذا دون ذلك -

میں کہتا ہوں اولاً یہ وہ چیز ہے جس کو بعض علماء نے ان لوگوں کی طرف سے عذر کے طور پر پیش کیا جو موضوعات کو سکوتاً روایت کرتے ہیں پھر انہیں قبول نہیں کرتے۔ ذہبی نے میزان میں کہا کہ ابو نعیم کے بارے میں ابن منڈہ کا کلام نہایت ہی رکیک ہے میں اسے بیان کرنا بھی پسند نہیں کرتا اور میں ان دونوں کا کوئی قول ایک دوسرے کے بارے میں نہیں سنا بلکہ یہ دونوں میرے نزدیک مقبول ہیں اور میں ان کا سب سے بڑا گناہ یہی جانتا ہوں کہ انہوں نے روایات موضوعہ کو سکوتاً روایت کیلئے اور انکی نشان دہی نہیں کی اور عراقی نے شرح الفیہ میں کہا ہے کہ ان میں سے جس نے اپنی سند کو واضح کیا تو اس نے اپنا عذر طویل کیا کیونکہ اس طرح اس نے ناظر کو سند کے حال سے آگاہ کیا ہے اگرچہ اس کے لیے اس پر سکوت جائز تھا اھ

ثانیاً، ان کے ہاں ہر باب میں یہ معروف ہے کہ اس میں مسند احادیث لائی جائیں گی تو اس بیان سے احادیث فضائل بھی الگ نہیں، پھر ان میں تساہل کیوں اور دوسری روایات میں نہ ہو۔

عہ فی احمد بن عبد اللہ ۱۲ منہ (م)
 عہ نقلہ فی التدریب نوع الموضوع قبیل التفتیہات
 ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ (م)

احمد بن عبد اللہ کے ترجمہ میں ہے (ت)
 اس کو نقل کیا ہے تدریب میں نوع موضوع کے تحت
 تنبیہات سے کچھ پہلے - (ت)

لہ میزان الاعتدال للذہبی ترجمہ ۳۳۸ احمد بن عبد اللہ ابو نعیم الخ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۱
 تدریب الراوی شرح التقریب المعروف بوضع الحدیث مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۸۹

حجت بنانا نہیں، جس نے افادات سابقہ کو نظر غائر و قلب حاضر سے دیکھا سمجھا اُس پر بے حاجت بیان ظاہر و عیاں ہے کہ حدیث ضعیف سے فضائل اعمال میں استحباب یا محل احتیاط میں کراہت تنزیہ یا امر مباح کی تائید اباحت پر استناد کرنا اُسے احکام میں حجت بنانا اور حلال و حرام کا مثبت ٹھہرانا نہیں کراہت تو خود حکم اصالت ثابِت اور استحباب تنزیہ قواعد قطعہ شرعیہ و ارشاد اقدس کیف وقد قیل وغیرہ احادیث صحیحہ سے ثابت جس کی تقریر سابقہ زیور گوش سامعان ہوئی حدیث ضعیف اس نظر سے کہ ضعف سند مستلزم غلطی نہیں ممکن کہ واقع میں صحیح ہو صرف امید و احتیاط پر باعث ہوئی، آگے حکم استحباب و کراہت اُن قواعد و صحاح نے افادہ فرمایا اگر شرع مطہر نے غلب مصالح و مصلب مفاسد میں احتیاط کو مستحب نہ مانا ہوتا ہرگز ان مواقع میں احکام مذکورہ کا پتا نہ ہوتا تو ہم نے اباحت کراہت مندوبیت جو کچھ ثابت کی دلائل صحیحہ شرعیہ ہی سے ثابت کی نہ حدیث ضعیف سے اقوال تاہم از انجا کہ درود ضعیف وہ بھی لذاتہ بلکہ ملاحظہ اسکان صحت ترجیحی و احتیاط کا ذریعہ ہوا ہے اگر اُس کی طرف تجوز نسبت اثبات کر دیں یہاں ہے ابد ثبوت بالضعیف میں بائے استئمانت تو ادنیٰ ممانعت سے صادقی کہاں اگر دلائل شرعیہ سے ایک امر کلی کی حرمت ثابت ہو اور کوئی حدیث ضعیف اُس کے کسی فرد کی طرف بلکے مثلاً کسی حدیث مجروح میں خاص طلوع و غروب یا استوا کے وقت بعض نماز نفل کی ترغیب آئی تو ہرگز قبول نہ کی جائے گی کراہ اگر ہم اُس کا استحباب یا جواز ثابت کریں تو اسی حدیث ضعیف سے ثابت کریں گے اور ضالح اثبات نہیں یونہی اگر دلائل شرعیہ مثبتہ ندب یا اباحت ہوں اور ضعافات میں نہی آئی اسی وجہ سے مفید حرمت نہ ہوگی مثلاً مقرر اوقات کے سوا کسی وقت میں ادا اُسے سنن یا معین رشتوں کے علاوہ کسی رشتہ کی حرمت سے نکاح کو کوئی حدیث ضعیف منع کرے حرمت نہ مانی جائے گی ورنہ ضعافات کی صحاح پر ترجیح لازم آئے بحدارشہ معنی میں کلام علماء کے کہ حدیث ضعیف دربارہ احکام حلال و حرام معمول یہ نہیں۔

ٹھہرا قول اصل یہ ہے کہ مثبت وہ جو خلاف اصل کسی شے کو ثابت کرے کہ جو بات مطابق اصل ہے خود اسی اصل سے ثابت، ثابت کیا محتاج اثبات ہوگا و لہذا شرع مطہر میں گواہ اس کے مانے جاتے ہیں جو ضلّٰت اصل کا مدعی ہو اور ماورائے دمار و فروج و مضار و خیانت تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے تو ان میں کسی نفل کے جواز پر حدیث ضعیف سے استناد کرنا علت غیر ثابتہ کا اثبات نہیں بلکہ ثابتہ کی تائید ہے،

هذا تحقیق ما اسلفنا فی الافادۃ السابقۃ
عن المحقق الدوانی، و هذا هو معنی
ما نص علیہ الا ما ما ابن دقیق العید و
سلطان العلماء عزالدین بن عبد السلام و تبعہما
شیخ الاسلام الحافظ و نقلہ تلمیذہ السخاوی
یروہ تحقیق ہے جو ہم نے افادہ سابقہ میں محقق دوانی کے
حوالے سے بیان کی اور یہ وہ حقیقت و معنی ہے جس کی
تصریح امام ابن دقیق العید اور سلطان العلماء عزالدین
بن عبد السلام نے کی اور شیخ الاسلام حافظ نے ان
دونوں کی اتباع کی اور ان کے شاگرد سخاوی نے

فی فتح المغیث وفي قول البديع والسيوطي في
التدريسي والشمس محمد الرملي في شرح
المنهاج النووي، ستهتم من الشافعية، ثم
اشره عن الرملي العلامة الشرنبلالي في غنية
ذوي الاحكام والمحقق المدقق العلافي في
الدر المنختار واقره هما ومحشو الدر المحلبي
والطحطاوي والشمي فيها وفي منحة الخالق
خستهم من الحنفية، من اشتراط العمل
بالضعيف باندراجہ تحت اصل عام، وهو اذا
حققت ليس بتقيد نرائد بل تصريح بضمون
ما نصوا عليه ان العمل به فيما وراة العقائد
والاحكام، كما اوضحناه لك وبه ازداد انزهاقا
بعد انزهاق ما ظن الظانان من ان
الكلام في الاعمال الثابتة بالصحيح، كيف
ولو كان كذلك لما احييت في هذا الاشتراط
كما لا يخفى والله الهادي الى صوي الصراط.
ہوں اور یہ مطلب اس لیے نہیں ہو سکتا کہ اگر معاملہ یہ ہو تا تو یہ شرط لگانے کی محتاجی نہ تھی جیسا کہ واضح ہے، اور
اللہ تعالیٰ سیدھے راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ (د)

فتح المغیث اور القول البديع میں، سیوطی نے تدربیب
میں شمس الدین محمد رملی نے شرح المنهاج النووي میں
اسے نقل کیا ہے یہ چھ شواہخ میں سے ہیں، پھر
رملی سے علامہ شرنبلالی نے غنیہ ذوی الاحکام میں
اور محقق و مدقق العلافی نے در مختار میں اسے نقل کیا
اور اسے ان دونوں نے اور در مختار کے محشین علی،
طحاوی اور شامی نے اپنے اپنے حاشی اور نوخانیاتی
میں ثابت رکھا یہ پانچ حنفی ہیں (اور وہ یہ ہے) کہ
حدیث ضعیف پر عمل کے لیے شرط یہ ہے کہ کسی عمومی
ضابطہ کے تحت داخل ہو اور جب تو اس کی تحقیق کرے
تو یہ کوئی زائد قید نہیں بلکہ اسی مضمون کی وضاحت ہے
جس کی انہوں نے تصریح کی ہے کہ اس پر عمل عقائد
و احکام کے علاوہ میں کیا جائے گا، جیسا کہ ہم نے
پہلے اسے واضح کر دیا ہے اور اس سے ان دو علما
کا خوب رد ہو گیا جو یہ گمان رکھتے تھے کہ یہ ان اعمال
کے بارے میں کلام ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت
ہوں اور یہ مطلب اس لیے نہیں ہو سکتا کہ اگر معاملہ یہ ہو تا تو یہ شرط لگانے کی محتاجی نہ تھی جیسا کہ واضح ہے، اور
اللہ تعالیٰ سیدھے راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ (د)

بکہ اللہ اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ بعض متکلمین طائفہ جدیدہ کا زعم باطل کہ ان احادیث سے جواز
تقبیل ابہامین پر دلیل لانا احکام حلال و حرام میں انہیں حجت بنانا ہے اور وہ بتصریح علما ناجائزہ محض مغالطہ
قریب دہی عوام ہے ذی ہوش نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہی علما رجوع حدیث ضعیف کو حلال و حرام میں حجت نہیں
مانتے صدمہ جبکہ احادیث ضعیفہ سے افعال کے جواز و استحباب پر دلیل لاتے ہیں جس کی چند مثالیں افادہ سابقہ
میں گزریں کیا معاذ اللہ علمائے کرام اپنا کلمہ نہیں سمجھتے یا اپنے مقررہ قاعدہ کا آپ خلاف کرتے ہیں کیا افادہ ہفہم
میں امام ابن امیر الحاج کا ارشاد نہ سنا کہ جہور علما کے نزدیک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قابل عمل ہے تو کسی فعل کی
اباحت قائم رکھنا بدرجہ اولیٰ و لکن الوہابیہ لا یسمعون و اذا سمعوا لا یعقلون رب انی اسألك العفو و

العاقبة آمین (وہابی تو سنتے ہی نہیں، سنتے ہیں تو سمجھتے نہیں، اسے میرے رب! میں تجھ سے معفو و معافی کا سوال کرتا ہوں، آمین۔ ت)

افادہ بست و سوم (ایسے مواقع میں ہر حدیث ضعیف غیر موضوع کام دے سکتی ہے)

اقول اولاً جمہور علماء کے عامہ کلمات مطالعہ کیجئے تو وہ مواقع نہ کورہ میں قابلیت عمل کے لیے کسی قسم ضعف کی تفصیل نہیں کرتے، صرف اتنا فرماتے ہیں کہ موضوع نہ ہو فتح القدیر والیفہ عراقی و شرح الیفہ للمصنف میں تھاغید الموضوع (موضوع کے علاوہ ہو۔ ت) مقدمہ ابن الصلاح و تقریب میں ماسوی الموضوع (موضوع کے سوا ہو۔ ت) مقدمہ سید شریف میں دون الموضوع (موضوع نہ ہو۔ ت) علیہ میں الذی یس بموضوع (ایسی روایت جو موضوع نہ ہو۔ ت) اذکار میں ان الفاظ سے اجازت نقل فرمایا کہ مالم یکن موضوعاً (وہ جو کہ موضوع نہ ہو۔ ت) یونہی امام ابن عبد البر نے اجازت محدثین ذکر کیا کہ یروونہا عن کل (محدثین ان کو تمام سے روایت کرتے ہیں۔ ت) یہ سب عبارات باللفظ یا بالمعنی افادات سابقہ میں گزریں، ذرا فی شرح مواہب میں ہے عادیة المحدثین التساہل فی غیر الاحکام والعقائد مالم یکن موضوعاً (محدثین کی عادت ہے کہ غیر احکام و عقائد میں قہر کرتے ہیں اس میں جو موضوع نہ ہو) یونہی علامہ حلبی سیرۃ الانسان العیون میں فرماتے ہیں:

علہ ذکر رضاعہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تحت حدیث مناغاة القمر لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر رضاعت میں اس حدیث کے تحت جس میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انگلی کے اشارے سے چاند کے ساتھ کھیلنے (جھک جانے) کا بیان ہے وہاں اس کا ذکر ہے دیکھو۔ (ت)
علہ نقل ہذا ما سیاقی عن عیون الاثر بعض عیون الاثر کی یہ عبارت اور وہ جو عنقریب ذکر کی جائیگی ان کو بدنس معاصرین نے نقل کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

۱۔ فتح القدیر باب الامامة مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳۰۳/۱
۲۔ مقدمہ ابن الصلاح النوع الثانی والعشرون معرفة المقلوب مطبوعہ فاروقی کتب خانہ طمان ص ۴۹
۳۔ مقدمہ سید شریف
۴۔ حلیۃ المحلی شرح علیۃ المصلی
۵۔ اذکار المفتحة من کلام سید الابرار فصل قال العلماء الخ مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ص ۷
۶۔ کتاب المعلم لابن عبد البر
۷۔ شرح الزرقانی الموابہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ عامرہ مصر ۱۷۲/۱

لا ينفى ان السيرة تجمع الصحيح والسقيم و
الضعيف والبلاغ والسرسل والمنقطع و
المعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد
وغیره من الائمة اذا سوينا في الحلال و
الحرام شدونا و اذا روي في الفضائل
ونحوها تساهلنا۔

واضح رہے کہ اصحاب سیر بر قسم کی روایات جمع کرتے
ہیں صحیح، غیر صحیح، ضعیف، بلاغات، سرسل، منقطع
اور معضل وغیرہ، لیکن موضوع روایت ذکر نہیں کرتے۔
امام احمد اور دیگر محدثین کا قول ہے کہ جب ہم حلال و
حرام کے بارے میں احادیث روایت کرتے ہیں شدت
کرتے ہیں اور جب ہم فضائل وغیرہ کے بارے میں روایات
لائے ہیں تو ان میں نرمی برتتے ہیں۔ (ت)

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں،
گفتہ اند کہ اگر ضعف حدیث بہت سوائے حفظ بعض روایات
یا اختلاف یا تدلیس بود با وجود صدق و دیانت منجر میگرد
بتحد و طرق و اگر از جهت اتهام کذب راوی باشد یا
شدوذ بخلاف احتفظ و ضبط یا بقوت ضعف مثل
فحش خطا اگرچه تعدد طرق داشته باشد منجر نگردد و
حدیث محکوم بضعف باشد و در فضائل اعمال معمول
محدثین نے بیان فرمایا ہے کہ اگر کسی حدیث میں ضعف
بعض راویوں کے سوائے حفظ یا تدلیس کی وجہ سے
ہو جبکہ صدق و دیانت موجود ہو تو یہ کی تعدد طرق سے
پوری ہو جاتی ہے اور اگر ضعف راوی پر اتهام کذب
کی وجہ سے ہو یا حفظ و ضبط راوی کی مخالفت کسی
جسگہ ہو یا ضعف نہایت قوی ہو مثلاً فحش غلطی ہو
تو اب تعدد طرق سے بھی کی کا ازالہ نہیں ہوگا اور
حدیث ضعیف پر ضعیف کا ہی حکم ہوگا اور فضائل اعمال میں
ہے الخ (ت)

ثانیاً کلبی کا نہایت شدید الضعف ہونا کسے نہیں معلوم اس کے بعد صریح کذاب و ضاع ہی کا درجہ ہے
انمرشان نے اسے متروک بلکہ منسوب الی الکذب تک کیا کذبہ ابن حبان والوجود جانی وقال البخاری توکد عینی
وابن مہدی وقال الدارقطنی و جماعة متروک (ابن حبان اور جو زجانی نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے بخاری
کہتے ہیں کہ اسے عینی اور ابن مہدی نے ترک کر دیا، دارقطنی اور ایک جماعت نے کہا کہ یہ متروک ہے۔ ت) لاجرم
حافظ نے تقریب میں فرمایا متهم بالكذب و رمی بالرفض (اس پر کذب کا اتهام ہے اور اسے روافض کی

۱۔ انسان العیون خطبۃ الکتاب مطبوعہ مصطفیٰ ابائی مصر ۳/۱
۲۔ شرح صراط مستقیم دیباچہ شرح سفر السعادت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھ ص ۱۳
۳۔ تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن السائب بن بشر الکلبی مطبوعہ دار نشر مکتب الاسلامیہ گجرانوالا ص ۲۹۸

طرف فسرپ کیا گیا ہے۔ ت، با اینہم عامۃ کتب سیر و تفا سیر اس کی اور اس کی امثال کی روایات سے مالا مال ہیں علمائے دین ان امور میں انھیں بلا تکثیر نقل کرتے رہے ہیں، میزان میں ہے،

قال ابن عدی وقد حدث عن الکلبی سفین وشعبة وجماعة ورضوه فی التفسیر واما فی الحدیث فعنده مناکیر۔
ابن عدی نے کہا کہ کلبی سے سفیان، شعبہ اور ایک عجمی نے حدیث بیان کی ہے اور ان روایات کو پسند کیا ہے جس کا تعلق تفسیر کے ساتھ ہے اور حدیث سے متعلق روایات انکے نزدیک مناکیر ہیں۔ (ت)

امام ابن سید الناس سیرۃ عیون الاثر میں فرماتے ہیں،

غالب ما یروی عن الکلبی انساب و اخبار من احوال الناس وایام العرب و سیرهم و ما یجری مجری ذلک مما سمعہ کثیر من الناس فی حملہ ممن لای حمل عنه الاحکام و ممن حکى عنه الترخیص فی ذلک الامام احمد۔
کلبی سے اکثر طور پر لوگوں کے انساب و احوال، عربوں کے شب و روز اور ان کی سیرت یا اسی طرح کے دیگر معاملات مروی ہیں جو کثرت کے ساتھ ایسے لوگوں سے لے لیے جاتے ہیں جن سے احکام نہیں لیے جاتے اور جن لوگوں سے اس معاملہ میں اجازت منقول ہے وہ امام احمد ہیں۔ (ت)

مثلاً (امام واقفی ہمارے علماء کے نزدیک ثقہ ہیں) امام واقفی کو جمہور اہل اثر نے چنیں و چناں کہا جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتب فن میں مسطور، لاجرم تقریب میں کہا: صدوک مع سعة علمہ (علمی وسعت کے باوجود متروک ہے۔ ت) اگرچہ ہمارے علماء کے نزدیک ان کی توثیق ہی راجح ہے کما افادہ الامام المحقق فی فتح القدیر (جیسا کہ امام محقق نے فتح القدیر میں اس کو بیان کیا ہے۔ ت) با اینہم یہ جرح شدید ماننے والے

عبد حیث قال فی باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء عن الواقدی قال کان من بئر بضاعة
جہاں انہوں نے "باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء" میں واقفی سے نقل کیا کہ بضاعة (باقی برصغر آئندہ)

۱ میزان الاعتدال نمبر ۵۴، ترجمہ محمد بن السائب الکلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۵۵۸/۲
۲ عیون الاثر ذکر الاجوبہ عمارمی بہ مطبوعہ دار الحضارة بیروت ۲۳/۱
۳ تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن عمر بن واقف الاسلمی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ کوثر انوالا ص ۳۱۲-۳۱۳
۴ فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء مطبوعہ مکتبہ نور مدنیہ سکھر ۶۹/۱

بھی انھیں سیر و مغازی و اخبار کا امام مانتے اور سلفاً و خلفاً ان کی روایات سیر میں ذکر کرتے ہیں کمالاً یخفی علی من طالع کتب القوم (جیسا کہ اس شخص پر مخفی نہیں جس نے قوم کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ ت) میزان میں ہے،
 کان الی حفظہ المنہج فی الاخبار و السیر و یر اخبار و احوال، علم سیر و مغازی، حوادث زمانہ
 المغازی و الحوادث و ایام الناس و الفقہ اور اس کی تاریخ اور علم فقہ وغیرہ کے انتہائی ماہر
 وغیر ذلک۔ اور حافظ ہیں۔ (ت)

رابعاً ہلال بن زید بن یسار بصری عسقلانی کو ابن حبان نے کہا دوی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 اشیاء موضوعۃ (انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے موضوع روایات نقل
 کی ہیں۔ ت) حافظ الشان نے تقریب میں کہا متروک۔ باوصف اس کے جب انھیں ہلال نے انس رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے حدیث فضیلت عسقلان روایت کی جسے حافظ ابو الفرج نے بعقل مذکورہ درج موضوعات کیا اس
 پر حافظ الشان ہی نے وہ جواب مذکور افادہ دہم دیا کہ حدیث فضائل اعمال کی ہے سو اسے طعن ہلال کے
 باعث موضوع کہنا ٹھیک نہیں امام احمد کا طریق معلوم ہے کہ احادیث فضائل میں تساہل فرماتے ہیں، اور یہ بھی افادہ
 نعم میں حافظ الشان ہی کی تصریح سے گزر چکا کہ متروک ایسا شدید الضعیف ہے جس کے بعد بس متہم بالوضع و وضاع ہی
 کا درجہ ہے اب یہ بات خوب محفوظ رہے کہ خواہ امام الشان ہی نے ہلال کو متروک کہا خود ہی متروک کو اتنا شدید الضعیف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

طریقاً للماء الی البساتین و هذا تقوم بہ الحجۃ
 عندنا و اذ وقتنا الواقدی اما عند المخالفین
 فلا لتضعیفہ ایہ اھ و قال فی فصل فی الآثار
 قال فی الامام جمعہ شیخنا ابو الفتح الحافظ فی
 اول کتابہ المغازی و السیر من ضعفہ و
 من وثقہ و رجحہ توثیقہ و ذکر الاجوبۃ
 عما قیل فیہ اھ ۱۲ منہ (م)
 یا ان کو ضعیف کہا گیا ائمہ ان کی توثیق کو ترجیح دیتے ہوئے ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کیے اھ ۱۲ منہ (ت)
 کے کنویں سے باغوں کو پانی دیا جانا تھا ہمارے نزدیک
 حجت کے لیے یہی کافی ہے کیونکہ ہم نے واقعہ کی
 توثیق کر دی ہے باقی مخالف کے نزدیک حجت نہیں
 کیونکہ وہ اس کی تضعیف کا قائل ہے اھ اور
 "فصل فی الآثار" میں کہا کہ امام۔ کہ بارے میں ہمارے
 شیخ ابو الفتح حافظ نے اپنی پہلی کتاب المغازی و السیر
 میں ان روایات کو جمع کیا ہے جن کی توثیق کی گئی
 یا ان کو ضعیف کہا گیا ائمہ ان کی توثیق کو ترجیح دیتے ہوئے ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کیے اھ ۱۲ منہ (ت)

بتایا خود ہی ایسے شدید الضعف کی روایت کو دوبارہ فضائل مستحق تساہل رکھا اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ ضعف کیسا ہی شدید ہو جب تک سرحد کذب و وضع تک نہ پہنچے حافظ الشان کے نزدیک بھی فضائل میں قابل نرمی و گورائی ہے و اللہ اعلم السامیہ ۔

خاصاً اور سنیہ و منو کے بعد اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ پڑھنے کی حدیثوں کا ضعف نہایت قوت پر ہے ، سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اسے بے اصل محض کہا ، امام جلیل ابواللیث سمرقندی نے اپنے مقاصد میں ان حدیثوں کو ذکر فرمایا ، امام الشان سے اس بارہ میں سوال ہوا وہی جواب فرمایا کہ فضائل اعمال میں ضعافت پر عمل روا ہے ۔ امام ابن امیر الحاج علیہ میں فرماتے ہیں ،

قد سئل شیخنا حافظ عصرہ قاضی القضاة شہاب الدین الشہیر بن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ من هذه الجملة فاجاب بما نصه الاحادیث التي ذكرها الشيخ ابواللیث ففعل الله تعالى ببركته ضعیفة والعلماء يتساهلون في ذكر الحديث الضعیف والعمل به في فضائل الاعمال ولم يثبت منها شئ عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لا من قوله ولا من فعله اه

ہمارے شیخ حافظ العصر قاضی القضاة شہاب الدین المعروف ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ سے ان روایات کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یہ جواب ارشاد فرمایا کہ وہ احادیث جن کو امام ابواللیث "اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے نفع عطا فرمائے" نے ذکر کیا ہے وہ ضعیف ہیں اور علماء حدیث ضعیف کے ذکر کرنے اور فضائل اعمال میں اس پر عمل کرنے میں نرمی برتتے ہیں اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کے متعلق کوئی قول و عمل ثابت نہ ہوا (ت)۔

سادساً یہ حدیث کہ چاند گوارہ میں عرب کے چاند نجم کے سورج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے باتیں کرتا ، حضور کو بدلتا ، انگشت مبارک سے جدھر اشارہ فرماتے اُسی طرف جھک جانا کہ سہتی نے دلائل النبوة ، امام ابو عثمان اسمعیل بن عبد الرحمن صابونی نے کتاب المائتین ، خطیب نے تاریخ بغداد ، ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی اُس کا مدار احمد بن ابراہیم حلبی شدید الضعف پر ہے ، میزان میں ہے امام ابو حاتم نے کہا : احادیث باطلہ تدلہ علی کذبہ (اس کی احادیث باطلہ اس کے کذب پر دال ہیں ۔ ت) باوجود اس کے امام صابونی نے فرمایا : هذا حدیث غریب الاسناد

حلیۃ المحلی شرح نیتہ المصلی

میزان الاعتدال ترجمہ ۲۸۷ احمد بن ابراہیم حلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۸۱/۱

والمتمن وهو في المعجزات حسن (اس حدیث کی سند بھی غریب اور متن بھی غریب با اینہم معجزات میں حسن ہے) اُن کے اس کلام کو امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ، امام احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔

سابعاً حدیث الدیک الابيض صديق وصديق صديق وعد وعد والله وكان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بيته معه في البيت (مرغ سپید میرا خیر خواہ اور میرے دوست کا خیر خواہ، اللہ تعالیٰ کے دشمن کا دشمن ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسے شب کو مکانِ خوابگاہ اقدس میں اپنے ساتھ رکھتے تھے) کہ ابوبکر برقی نے ابوزید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا، باسناد فیہ کذاب (اس کی سند میں کذاب ہے) باوصف اس کے فرمایا، فیندب لنا فعل ذلك تأسیباً بحکایت میں ایسا وارد ہوا تو ہمیں باقدائے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرغ سپید کو اپنی خوابگاہ میں ساتھ رکھنا مستحب ہے۔ مثالیں اس کی اگر تتبع کیجئے بکثرت لیجئے و هذا الاخیار قد بلغ الغایة و فیما ذکرنا کفایة لاهل الدرایة (یہ آخری انتہا پر ہے اور جو کچھ ہم نے ذکر کر دیا وہ اہل فہم کے لیے کافی ہے۔ ت)

ثامناً احادیث و دلائل مذکورہ افادات سابقہ بھی اسی اطلاق کے شاہد عدل ہیں خصوصاً حدیث وان كان الذي حدثه به كاذباً (اگرچہ جس نے اسے بیان کیا کاذب ہو۔ ت) ظاہر ہے کہ احتمال صدق و نفع بے ضرر ہر ضعیف میں حاصل تو فوق زائل بالجملہ یہی قضیہ دلیل ہے اور یہی کلام و عمل قوم سے مستفاد مگر حافظ الشان سے منقول ہوا کہ شرط عمل عدم شدت ضعف ہے نفع تلمیذہ السخاوی وقال سمعته مراراً يقول ذلك (اسے ان کے شاگرد امام سخاوی نے نقل کیا اور کہا کہ میں نے ان سے یہ کئی مرتبہ کہتے سنا ہے۔ ت)

اقول (بحث قبول شدید الضعف) یہاں شدت ضعف سے مراد میں حافظ ہے نقل مختلف آئی، شامی نے فرمایا لمطہای نے فرمایا امام ابن حجر نے فرمایا،

عہ فی مستحبات الوضوء ۱۲۷ (د) (شامی نے مستحبات الوضوء میں فرمایا ۱۲۷ منہ ت)

لحہ المواہب اللدنیۃ بحوالہ کتاب المائتین حدیث غریب الاسناد الثقلین، المکتب الاسلامی بیروت ۱۵۲/۱

لحہ کتاب الموضوعات لابن الجوزی باب فی الدیک الابيض دار الفکر بیروت ۴/۳

لحہ تیسیر شرح جامع صغیر للمناوی، حدیث مذکور کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۵/۲

لحہ التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۵/۲

یہاں کافی نے زیادت توسیع کا پتہ دیا، تجدید اول پر امر سہل و قریب ہے کہ ایک جماعت علماء حدیث کذا بین و متہین پر اطلاق وضع کرتے ہیں تو غیر موضوع سے انھیں خارج کر سکتے ہیں مگر ثانی تقریحات و معاملات جمہور و علماء و خود امام اثنان سے بعید اور ثالث بظاہر بعد ہے ہم ابھی روشن بیان سے واضح کر چکے ہیں کہ خود حافظ نے متروک شدید الضعف راوی موضوعات کی حدیث کو بھی فضائل میں محمل رکھا مگر بحمد اللہ تعالیٰ ہمارا مطلب ہر قول پر حاصل ہم افادات سابقہ میں مبرہن کر آئے ہیں کہ تقبیل ابہامین کی حدیثیں ہرگز نہ ضعف شدید سے پاک و منزہ ہیں ان پر صرف انقطاع یا جہالت راوی سے طعن کیا گیا یہ بھی تو ضعف قریب و ضعف شدید و الحمد للہ العلیٰ المجیدؒ هذا (اسے یاد رکھو۔ ت)

اور مجھے یاد آ رہا ہے کہ میں نے اس مقام پر فتح المغیث کے حاشیہ میں ایسی گفتگو کی ہے جو اس مقام پر مناسب ہے میں اتمام مقصد کی خاطر اس کا یہاں ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں، پہلے میں وہ ذکر کروں گا جو امام شامی نے لمطاوی سے اور انہوں نے ابن حجر سے نقل کیا ہے پھر اسے مزید قوی کروں گا علماء کے اطلاق

و رأیتنی کتبت ہفتا علی ہامش فتح المغیث،
کلاماً یتعلق بالمقام احببت ابرادہ اتماماً
للہرام، فذکرت اوکلاماً عن الشامی عن الطحاوی
عن ابن حجر ثم ایدتہ باطلاق العلما، ثم
اوردت ما عن النسیم عن السخاوی عن الحافظ
ثم قلت ما نصہ۔

سے پھر وہ نقل کروں گا جو نسیم نے سخاوی سے انہوں نے حافظ سے نقل کیا۔ پھر میرا قول یہ ہے:

اقول جیسا کہ تمہیں معلوم ہے یہ بات مسلمہ نووی کے نقل کردہ تمام علماء کے اطلاق اور خود شیخ الاسلام سے امام طحاوی کی گزشتہ نقل کردہ تعریف کے خلاف ہے۔ لیکن شیخ الاسلام کی دونوں کلاموں میں مخالفت کو ختم کرنے کی وجہ مجھ پر ظاہر ہو رہی ہے وہ یہ کہ یہاں انہوں نے راوی کے تفرد کی بات کی ہے اور پہلے انہوں نے کہا ہے کہ طرق میں سے کوئی طریق بھی (کذاب و متهم سے) خالی نہ ہو، پس حاصل یہ ہوا کہ کذب و تہمت کے بغیر شدید ضعف ہو تو ان کے ہاں تفرد کی صورت میں فضائل میں قابل قبول نہیں، لیکن جب وہ کثرت طرق سے مروی ہو تو اس صورت میں وہ شدید ضعف سے خفیف ضعف کے درجہ میں

اقول و هذا کماتری مخالفت لاطلاق
ما مر عن النودى عن العلما، قاطبة، ولتحديد
ما مر عن الطحاوى عن شيخ الاسلام
نفسه لكن يظهرلى دفع المخالف عن
كلامى شيخ الاسلام بانه ههنا ذكر التفرد
وفيما سبق قال لا يخلو طريق من طرقه، فيكون
الحاصل ان شديد الضعف بغير الكذب
والهمة لا يقبل عنده في الفضائل حين التفرد،
اما اذا كثرت طرقه فم يبلغ درجة يسير
الضعف في خصوص قبوله في الفضائل، بخلاف
شديد الضعف بالكذب والهمة فانه
وان كثرت طرقه التي لا تفوقه بان لا يخلو

شئ منها عن كذاب او متهم لا يبلغ تلك الدرجة، ولا يعمل به في الفضائل، وهذا هو الذي يعطيه كلام السخاوي فيما مر حيث جعل قبول ما فيه ضعف شديد مطلقا ولو بغیر کذب فی باب الفضائل موقوفا علی كثرة الطرق، نکتہ یہ مخالفہ فی خصلۃ واحدة، وهو حکمہ بالقبول بکثرة الطرق فی الضعف بالكذب ایضا حکما تقدم، وهو كما ترى مخالفت لصریح ما نقل عن شیخ الاسلام وعلی کل فلو یرتفع مخالفة نقل شیخ الاسلام عن العلماء جیعا لنقل الامام النووی عنهم کافۃ، فانهم لم یشرطوا للقبول فی الفضائل فی شدید الضعف کثرة الطرق ولا غیرها سوى ان ان لا یکون موضوعا، فصریح ما یعطیه کلامہم قبول ما اشتد ضعفه لفسق او فحش غلط، مثلا وان تفرد ولہ یکثر طرقہ، فافہم، وتأمل، فان المقام مقام خفاء وزلل، والله المسئول لکشف الحجاب، وابانة الصواب الیسر المرجع والیہ المآب اه، ما اردت نقلہ مما علقته علی الہامش۔

آجائگی پس اب وہ صرف فضائل میں مقبول ہو جائیگی، اس کے برخلاف جو کذب اور تمسک کی وجہ سے شدید ضعف والی ہو تو ہمیشہ اکثر طرق کے باوجود وہ مقبولیت کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی اور نہ ہی فضائل میں قابل عمل ہو سکتی ہے کیونکہ اس کے ہر طریق میں کوئی نہ کوئی کذاب اور متهم ضرور ہوتا ہے۔ یہی بات علامہ سخاوی کے گزشتہ کلام سے حاصل ہوتی ہے جہاں انہوں نے شدید ضعف والی حدیث کے فضائل میں مقبول ہونے کو کثرت طرق پر موقوف کیا وہاں شدت ضعف مطلق مراد ہے خواہ وہ کذب کے علاوہ ہی ہو، لیکن یہ بات ان کو ایک جگہ آرے آئے گی۔ جہاں انہوں نے ضعف بالکذب پر بھی کثرت طرق کی بنا پر مقبول ہونے کا حکم کیا ہے جیسا کہ گزرا ہے حالانکہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ بات شیخ الاسلام سے نقل کردہ کے صراحت خلاف ہے، بہر صورت شیخ الاسلام کا تمام علماء سے نقل کردہ موقف اور امام نووی کا نقل کردہ انہی تمام علماء کا موقف مختلف ہے یہ اختلاف مرتفع نہیں ہو سکتا، کیونکہ علماء نے فضائل میں شدید ضعف والی حدیث کو قبول کرنے کے لیے کثرت طرق وغیرہ کی شرط نہیں لگائی صرف یہ کہا ہے کہ وہ موضوع نہ ہو، ان کے کلام کا صریح ما حاصل یہ ہے کہ مثلاً فسق یا فحش غلطی کی بنا پر جس حدیث کا ضعف شدید ہو خواہ اس کا راوی متفرد ہی کیوں نہ ہو اور اس حدیث کے طرق کثیر بھی نہ ہوں تب بھی یہ حدیث (فضائل میں) مقبول ہے، غور و تأمل کرو، کیونکہ یہ مقام خفی ہے اور غلط فہمی پیدا کر سکتا ہے، پردوں کو کھولنے اور درستی کو ظاہر کرنے کا سوال صرف اللہ تعالیٰ سے ہے اسی کی طرف لوٹنا ہے اور وہی جائے پناہ ہے۔ فتح المغیث کے حاشیہ میں سے جو میں نقل کرنا چاہتا تھا وہ ختم ہوا۔ (ت)

اگر اعتراض کے طور پر فرمیں کہ کہ امام شیخ الاسلام

فان قلت هذا قید تراشد افادہ

امام فلیحمل اطلاقاتہم علیہ دنعاً
للتخالف بین النقلین قلت نعم
لوکانت ما ذکرنا من الدلیل علیہ
لا یلائم سریان التخصیص الیہ ، وکیف
نصرہ بان شاعدهم یفعلون یرون شدة
الضعف ثم یقبلون ، وبالجملة فالاطلاق هو
الوافق بالدلیل والاصح بقواعد الشرع الجلیل
فنودان یکون علیہ التعلیل والعلم بالحق
عند الملک الجلیل .

شرح جلیل کے زیادہ مناسب ہے ، ہماری خواہش ہے کہ یہی قابل اعتماد ہو اور حق کا علم اللہ جل جلالہ کے
ہاں ہے ۔ (ت)

فائدة جلیلة (فائدة جلیلة)

فی احکام انواع الضعیف والجبار ضعفها هذا
الذی اشرت الیہ من کلام السخاوی المار المتقدم
هو قوله مع متنه فی بیان الحسن ، ان
یکن ضعف الحدیث ککذب او شذوذ یا من
خالف من هو احفظ او اکثر او قوی الضعف بغیرهما
فلم یجبر ولو کثرت طرقہ لکن بکثرة طرقہ یرتقی
عن مرتبة السردود المنکالی مرتبة الضعیف
الذی یجوز العمل به فی الفضائل و ربما
تکون تلك الطرق الواهية بمنزلة الطریق
التي فیها ضعف یسیر بحیث لو فرض مجئ
ذلك الحدیث باسناد فیہ ضعف یسیر کان مرتقیاً
بہا الی مرتبة الحسن لغیرہ ملخصاً .

کے بیان میں ایک زائد قید ہے جس پر علماء کے اطلاقات
کو محمول کیا جاسکتا ہے اس سے دو نقل کردہ کلاموں میں
اختلاف ختم ہو سکتا ہے قلت (تو میں جواباً کہتا ہوں) ہاں
اگر علماء کے ذکر کردہ پر کوئی دلیل نہ ہو تب بھی ان کے کلام
کو اس قید سے خاص کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ ان کا کلام
ہی نہیں ہے بلکہ وہ شدید ضعف یا کبھی قبول کرنے پر
عمل پیرا ہیں جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں ۔ خلاصہ یہ کہ
(شدید ضعیف حدیث کو قبول کرنے کے لیے کثرت طرق)
کی قید نہ لگانا دلیل کے زیادہ موافق اور قواعد
کے

قاعدة جلیلة (ضعیف حدیثوں کے احکام اقسام اور)

ان کی کو پورا کرنے کے بیان میں) امام سخاوی کے جس گزشتہ کلام
کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے وہ بمع تن ، حدیث حسن کے
بارے میں ہے کہ حدیث کا ضعف کذب یا شذوذ
یعنی وہ حدیث اخذ راوی یا کثیر رواۃ کی روایت کے
خلاف ہو ، یا یہ ضعف قوی ہو جو ان دو مذکورہ (کذب
اور شذوذ) کے علاوہ کسی اور وجہ سے پیدا ہوا ہو ،
یہ ضعف کثرت طرق سے بھی ختم نہیں ہو سکتا ، لیکن
کثرت طرق کی بنا پر یہ حدیث مردود منکر کے مرتبہ سے ترقی
کر کے ایسے ضعف کے مرتبہ پر پہنچ جاتی ہے جس سے
فضائل میں عمل کے لیے مقبول ہو جاتی ہے اور کبھی
ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیث کے متعدد کمزور طرق ایک

معمولی کمزور طریقہ جیسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ حدیث کسی معمولی ضعف والی سند کے ساتھ مروی فرض کر لی جائے تو یہ درجہ حسن لغیرہ پر فائز ہو جاتی ہے، مطلقاً۔ (ت)

ورائتني عقلت عليه ههنا ما نصه
اقول حاصل ما تقررو وتحرر ههنا مع
زيادات نفيسة منا ان الموضوع لا يصلح
لشيء أصلاً ولا يلتزم جرحه أبداً ولو كثرت
طرقه ما كثرت، فان زيادة الشر لا يزيد
الشيء إلا شراً، وايضاً الموضوع كالمعدوم و
المعدوم لا يقوى ولا يتقوى، ومنه عند جمع
صنهم شيخ الاسلام ما جاء برواية الكذا بين
وعند آخرين منهم خاتم الحفاظ ما اتى من
طريق المتهمين، وسوّهما السخاوي
بشديد الضعف الآتي لذهابه الى ان الوضع
لا يثبت الا بالقرائن المقررة ان تفرد به
كذاب او ضاع كمانص عليه في هذا الكتاب،
وهو عندي مذهب قوي اقرب الى الصواب،
اما الضعف بغير الكذب والتهمة من ضعف
شديد مخرج له عن خيز لا اعتبار كفضح
غلط الراوي فهذا العمل به في الفضائل على
ما يعطيه كلام عامة العلماء وهو الا قد
بقضية الدليل والقواعد، لا عند شيخ
الاسلام على احدى الروايات عنه ومن
تبعه كالسخاوي الا اذا كثرت طرقه الساقطة
عن درجة الاعتبار فح يكون مجموعها
كطريق واحد صالح له فيعمل بها في الفضائل

اور مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے اس مقام
پر حاشیہ لکھا ہے جریہ ہے اقول ہماری زائد اباحت
کے ساتھ جو یہاں ثابت اور واضح ہو چکا ہے اس کا
حاصل یہ ہے کہ موضوع حدیث کسی طرح کارآمد نہیں ہے
اور کثرت طرق کے باوجود اس کا عیب ختم نہیں ہو سکتا
کیونکہ شرکی زیادتی سے شرمزید بڑھتا ہے، نیز موضوع
معدوم چیز کی طرح ہے اور معدوم چیز نہ قوی ہو سکتی
ہے اور نہ قوی بنائی جاسکتی ہے، موضوع کی ایک قسم
وہ ہے جس کو ایک جماعت نے جس میں شیخ الاسلام
بھی ہیں نے بیان کیا ہے، وہ یہ کہ جس کو کذاب لوگ
روایت کریں، اور ایک دوسری جماعت جس میں سے
”خاتم الحفاظ“ بھی ہیں نے بیان کیا ہے کہ ”موضوع“
وہ ہے جس کو متمم باکذب روایت کریں۔ امام سخاوی
نے ان دونوں بیان کردہ قسموں کو ”شديد الضعف“
کے مساوی قرار دیا ہے، جس کو عنقریب بیان کرینگے،
امام سخاوی کا خیال ہے کہ موضوع کی پہچان مقررہ قرآن ہی
سے ہوتی ہے جیسا کہ روایت کرنے والا کذاب یا
وضاع اس روایت میں متفرد ہو، جیسا کہ امام سخاوی
نے اس کتاب میں بیان کیا ہے میرے نزدیک یہی
موقف قوی اور اقرب الى الصواب ہے، مگر کذب اور
تمت کذب کے بغیر کوئی بھی شدید ضعف جس کی بنا پر
حدیث درجہ اعتبار سے خارج ہو جاتی ہے مثلاً راوی
کی انتہائی غش غلطی ہو، ضعیف کی یہ قسم فضائل میں

کار آمد ہو سکتی ہے جیسا کہ عام علماء کے کلام سے حاصل ہے اور یہی موقف دلیل و قواعد سے مطابقت رکھتا ہے۔ مگر شیخ الاسلام سے ایک روایت میں اور امام سخاوی کی طرح ان کے پیروکار حضرات کے ہاں یہ قسم فضائل میں معتبر نہیں ہے تاوقتیکہ اس کے کمزور طرق کثیر نہ ہوں اور یہ طرق کثیر ہوں تو ان سب کے مجموعہ کو وہ ایک طریقہ صالحہ کے مساوی قرار دے کر فضائل میں قابل عمل قرار دیتے ہیں، تاہم اس قسم کی ضعیف حدیث کو احکام کے لیے حجت قرار نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی یہ درجہ حسن لغیرہ کو پاسکتی ہے۔ ہاں اگر ان متعدد طرق کے ساتھ ساتھ کسی دوسرے صالح طریق سے اس کی کمزوری اُٹل ہو جائے تو اور بات ہے، کیونکہ کمزور متعدد طرق اور ایک صالح طریق کی بنا پر وہ حدیث دو ایسی ضعیف

ولكن لا يحتج بها في الاحكام ولا تبلغ بذلك درجة الحسن لغیره الا اذا التجبرت مع ذلك بطريق اخرى صالحة للاعتبار فان مجموع ذلك يكون كحديثين ضعيفين صالحين ماضدين فمع توثيق الى الحسن لغیر فتصير حجة في الاحكام، اما مطلقا على ما هو ظاهر كلام المصنف اعني العراقي او بشرط تعدد الجبارات الصالحات البالغة مع هذه الطرق القاصرة المتكثرة القائمة مقام صالح واحد حد اکثر في الصوالح على ما فهمد السخاوی من كلام النووي وغيره الواقع فيه لفظ اکثر مع نزاع لنا فيه مؤيد بكلام شيخنا في نهضة النخبة المكتفيتين

ان کے الفاظ یہ ہیں، جب راوی سوہ حفظ کا متابع معتبر راوی بن جائے جو اس سے اوپر ہو یا اس کی مثل اس سے کم نہ ہو اور اسی طرح وہ مختلط جو امتیاز نہیں کرتا، مستور اسناد میں اور اسی طرح اس جیکہ محذوف منکونہ پہچاننا ہو تو ان کی حدیث حسن ہو جائے گی ہاں لہذا یہ نہیں بلکہ باعتبار المجموع ہوگی کیونکہ ہر ایک ان میں سے (یعنی سوہ حفظ اور مختلط جن کا ذکر ہوا) برابر احتمال رکھتا ہے کہ اس کی حدیث صحیح ہو یا غیر صحیح، پس جب معتبر راویوں میں سے کسی ایک کو موافق روایت آجائے تو مذکورہ دونوں احتمالات میں سے ایک کو ترجیح حاصل ہو جائے گی اور (باقی اگلے صفحہ پر)

عہ حیث قال متى توبع المتي الحفظ بمعتبر كان يكون فوقه او مثله لا دونه وكذا المختلط الذي لا يتميز والمستور والاسناد المثل كذا المثل ان لم يعرف المحذوف منه صار حشيم حسنا لانه بل وصفه بذلك باعتبار المجموع لانه كل واحد منهم را ممن ذكر من السئ الحفظ والمختلط) با احتمال کون روایت صواباً او غیر صواب علی حد سواء فاذا جاءت من المعبرين رواية موافقة لاحدهم مرجح احد الجانبين من الاحتمالين المذكورين ودل ذلك على ان الحديث محفوظ

بوحدة الجابر مع جواز انتكون الكثرة في كلام
النووي بمعنى مطلق التعدد ، وهو الادق بما
رأينا من صنيعهم في غير مقام والضعيف
بالضعف الميراثي مالم ينزله عن محل الاعتبار
يعمل به في الفضائل وحده ، وان لم يجبر
فان انجبر ولو بواحد صا حسنا لغيره ، و
احتج به في الاحكام على تفصيل وصفنا لك
في الجابر ، فلهذه هي انواع الضعيف ، اما
الذي لا نقص فيه عن درجة الصحيح الا
القصور في ضبط الراوي غير بالغ الى درجة الغفلة
فهو الحسن لذاته المحتج به وحده حتى في

(بقية حاشية صفحہ گزشتہ)

فارتقى من درجة التوقف الى درجة القبول و
الله اعلم اھ وانظر كيف اجتزى في المتن بتوحيد
معتبر وفي الشرح بافراد رواية وحكم بالامتلاء
الى درجة القبول وما المراد به ههنا الا القبول
في الاحكام فانه جعل الضعيف صالحا لا اعتبار
بالردود مع انه مقبول في الفضائل بالاجماع
ويظهر ان الوجه معهما اعنى العراقي و
شيخ الاسلام لما بين في النزہة من
الدليل لهما منقولاً مما علقته على فتح
المغیث ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (ص)

حدیثوں کی طرح بن جاتی جو آپس میں مل کر لغویت کا باعث
بن جاتی ہیں اور وہ ضعیف حدیث "حسن لغویہ" کے مرتبہ
کو پہنچ کر احکام میں جت بن جاتی ہے ، اب یہ اختلاف
اپنی جگہ پر ہے کہ صرف اسی قدر سے مقبول ہے جیسا کہ
مصنف یعنی علامہ عراقی کے کلام سے عیاں ہے یا بطریق
جمع متعدد صالح طرق جن کی بنا پر کمزوری زائل ہو سکے
ان متعدد صالح وجوہ اور کمزور طرق ، جو ایک صالح طریق
کے مساوی ہیں ، مل کر کثرت طرق صالحہ بن جاتے ہیں جیسا کہ
امام سخاوی نے امام نووی وغیرہ کے کلام سے سمجھا جن میں
لفظ کثرت استعمال ہوا ہے ، باوجودیکہ ہمارا اس میں
اختلاف ہے جو کہ شیخ الاسلام کے اس کلام سے مؤید ہے

یہ بات دلالت کرتی ہے کہ یہ حدیث محفوظ ہے اور درجہ توقف سے
درجہ قبول پر فائز ہو گئی ہے اھ والله اعلم ، ذرا غور کرو
متن میں محض ایک معتبر کے ساتھ اور شرح میں کئی افراد کے
ساتھ موافقت روا پر گفتا کیسے کیا اور اسے قبول کا درجہ
دیا ہے اور یہاں قبول سے مراد احکام میں قبولیت مراد
ہے کیونکہ انہوں نے حدیث ضعیف کو صالح لا اعتبار و
الرد کہا ہے کیونکہ حدیث ضعیف فضائل میں قابل بالاجماع
مقبول ہے ، خواہ اس کے ساتھ کوئی دوسری روایت
نہ ہو اور میرے لیے یہ ظاہر ہوا کہ وجہ ان دونوں عراقی اؤ
شیخ الاسلام کے ساتھ ہے ، اس بنا پر جو نزہت میں
ان دونوں کی دلیل بیان کی گئی ہے یہ فتح المغیث پر
میری تعلیق سے منقول ہے ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (ت)

الاحکام ، و هذا اذا كان معه مثله ولو واحدا
صار صحيحا لغيره او دونه مما يليه فلا
يكثرة انتهى ما كتبت بتلخيص -

جو انہوں نے "الزہد" اور "النجاة" میں کیا ہے۔
دونوں کتابوں میں ایک جابر (کمزوری کو زائل کرنے والا
امر) کا بیان ہے (نیز اپنی تائید میں ہم یوں بھی کہہ

سکتے ہیں) کہ امام نووی کے کلام میں لفظ کثرت مطلق ، تعدد ہے اور یہی احتمال ان کی عادت کے زیادہ قریب ہے
جیسا کہ ہم نے متعدد جگہ یہ استعمال پایا ہے اور ضعیف کی ایسی قسم جس میں معمولی ضعف ہو یعنی جس سے حد اعتبار ساقط
نہ ہو یہ فضائل میں تنہا معتبر ہے خواہ کوئی مؤید بھی نہ ہو، اور اگر کوئی ایک ایسا مؤید پایا جائے جو اس کے ضعف کو زائل کر دے
تو یہ "حسن لغیرہ" بن جاتی ہے اور اس کو احکام میں حجت قرار دیا جائے گا جس کی تفصیل ہم نے کمزوری کو زائل کرنے والے
امور میں بیان کر دی ہے۔ یہ تمام ضعیف کی انواع ہیں۔ اگر صحیح حدیث کے شرائط میں ماسوائے ضبط راوی کی کمزوری کے
اور کوئی کمزوری نہ ہو تو یہ حدیث "حسن لذاتہ" ہوگی بشرطیکہ ضبط راوی کی یہ کمزوری غفلت کے درجہ تک نہ پہنچتی ہو، تو یہ
"حسن لذاتہ" واحد حدیث بھی احکام کے لیے حجت ہو سکتی ہے اگر حسن لذاتہ کے ساتھ اس کی ہم مثل ایک بھی مل جائے
تو یہ حدیث "صحیح لغیرہ" بن جاتی ہے اور اگر اس سے کم درجہ کی کوئی مؤید اس سے مل جائے تو "صحیح لغیرہ" نہ بنے گی
تا وقتیکہ اس سے کم درجہ کی متعدد روایات جمع نہ ہو جائیں میری کچھ ہوتی تعلیق ختم ہوئی، ملخصاً۔ (ت)

یہ چند جملے لوح دل پر نش کر لینے کے ہیں کہ بعونہ تعالیٰ اس تحریر نفیس کے ساتھ شاید اور جگہ نہ ملیں، و
بالحمد والتوفیق وله الحمد الحمد لله القادر القوی علم ما علم وصلى الله تعالى على ناصر الضعيف و
اله وسلم، قبول ضعيف في فضائل الاعمال كالمسئلة جليله ابتداء مسودة فقير في صرف دو افادة مختصر في تين صفو
مقدار تعاب کہ ماہ مبارک ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں رسالہ بعونہ تعالیٰ بمبئی میں چھپنا شروع ہو گیا اثنائے تبصیر میں
بارگاہ مغیض علوم و نعم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بکھڑا اللہ تعالیٰ نفاس جلیلہ کا اضافہ ہوا افادہ شانزدہم سے یہاں
تک آٹھ افادات نافذ اسی مسئلہ کی تحقیق میں القاء ہوئے قلم روکتے روکتے اتنے اوراق اٹھا ہوئے، امید کی جاتی
ہے کہ اس مسئلہ کی ایسی تسجیل جلیل و تفصیل جزیل اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملے، مناسب ہے کہ یہ افادے اس مسئلہ
خاص میں جدا رسالہ قرار دیئے جائیں اور علما و تاریخ الثہاد الکاف فی حکم الضعاف (ضعیف)
حدیثوں کے حکم میں کافی ہدایت۔ (ت) لقب پائیں و باللہ التوفیق وله المنة علی ما نازق من نعم تحقیق
ما کنا لعشر معشر عشره نلیق والصلاة والسلام علی الحبیب الکریم و اله وصحبہ هداة

عہ منقول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی حذف یا فصیح کلام میں شایع و ذایع ہے یوم التلاق یوم التناد البکیر المتعالی غیر ذلک
امام ابن حجر عسقلانی کی کتاب ہے الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ۱۲ ص ۲۰